ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور (پاکستان)

نگران اعلیٰ
مولانا مفتی محمود

۱۲ تا ۱۸ اکتوبر
قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے
شمارہ نمبر ۴۱

موجودہ بحران کا ذمہ دار کون ؟

انتخابات کے التوا کی

ذمہ داری قومی اتحاد پر نہ ڈالی جائے (مفتی محمود)

غزل

ملتے ہیں اب شریک سفر بہت ہی کم
چلتے ہیں لوگ ساتھ مگر کم بہت ہی کم

شب خیز و شب نورد ہے آسیب عاشقی
سنسان راستوں سے گذر کم بہت ہی کم

وہ راہرو کہ جن کی نظر میں ہیں منزلیں
چلتے ہیں لے کے رختِ سفر کم بہت ہی کم

بھولے ہوئے ہیں موت کو آسودگانِ دہر
یہ مرحلہ ہے پیشِ نظر کم بہت ہی کم

دن چھپ چلا ہے ان کا پتہ کس سے پوچھیے
اس شہر میں ہیں اہلِ نظر کم بہت ہی کم

پتھری نہ بن جائے کہیں آنسوؤں کی جھیل
نکلے ہیں ماہتاب ادھر کم بہت ہی کم

زلفِ تباں کی چھاؤں ہو یا دامنِ جنوں
دونوں طرف ہے غم کا گذر کم بہت ہی کم

خالی گداز دل سے ہیں اصنامِ عصرِ نو
ان مقبروں میں ہے یہ شرر کم بہت ہی کم

ہم پر بزعمِ خویش بڑی نکتہ چینیاں
اوروں پہ ناقدارِ نظر کم بہت ہی کم

وہ معترض میرے چراغوں پہ خود جنہیں
آتا ہے روشنی میں نظر کم بہت ہی کم

اہلِ دول میں جوہرِ انسانیت نہ ڈھونڈ
ہیں ان سمندروں میں گہر کم بہت ہی کم

واعظ بیانِ حق و صداقت کا رُخ بدل
مخلوق آ رہی ہے ادھر کم بہت ہی کم

یہ پاسِ وضع بھی ہے تو قربان جائیے
آتے ہیں وہ ضرور مگر کم بہت ہی کم

کر دے نہ روشنی سے بغاوت دلوں کی آگ
آنکھوں کے جنگلوں سے گزر کم بہت ہی کم

دانشؔ کی صحبتیں بھی غنیمت ہیں دوستو
ملتے ہیں ایسے خاک بسر کم بہت ہی کم

حضرت احسان دانشؔ

ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور

جلد نمبر ۲۲ | شمارہ نمبر ۲۱

جمعۃ المبارک ۹ تا ۲۵ ذیقعدہ ۹۹ھ

— سرپرست —
مولانا عبیداللہ انور

— مدیر —
اکرام القادری

— مدیر معاون —
عمیر الہاشمی

بدلِ اشتراک
سالانہ
۶۵ — روپے
ششماہی
۳۳ — روپے
سہ ماہی — ۱۷ روپے

قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

یکے از مطبوعات
جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

خط و کتابت: ترجمان اسلام چوک رنگ محل لاہور

پبلشر مولانا عبیداللہ انور نے [illegible] سے چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ سے شائع کیا

موجودہ بحران کا ذمہ دار کون ہے

ان دنوں ملک جس بحران سے دوچار ہے اس پر ملک کا ہر دردمند محب وطن شہری پریشان و سرگرداں ہے ہر طرف مایوسی کے بادل چھائے ہوئے ہیں اور ہر فرد کی سوچ کے دروازے کا رُخ اس طرف ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے خدا نہ کرے ہمارا یہ ملک جس کے لیے ہم نے بے بہا قربانیاں دی ہیں کہیں بعض رہنماؤں کی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے کسی بلائے ناگہانی سے دوچار ہونے والا تو نہیں۔ کہیں ہمارا سفینۂ مراد ساحل سے ہمکنار ہونے کی بجائے حوالہ گرداب تو نہیں ہو جائے گا۔

اس صورت حال پر ہم جس قدر پریشان ہیں ہمارے مخالف اور دشمن اس سے کہیں زیادہ شاداں و فرحاں دکھائی دے رہے ہیں ہمارے اندرونی اور بیرونی دشمن اس موقع کو غنیمت شمار کرتے ہوئے اپنی تمام تر توانائیاں اس پر صرف کر رہے ہیں کہ ہم موجودہ بحران سے بخیریت و سلامت کہیں نکل نہ جائیں۔ بیرونی دنیا نے ہمارے خلاف پروپیگنڈے کا وہ محاذ کھولا ہوا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا تھا اور اس محاذ پر اتنی ہوشیاری اور چابکدستی سے کام ہو رہا ہے کہ بہت سے ہمارے خیر خواہ اور دوست بھی ہمارے بارے میں بدگمانیوں کا شکار ہو رہے ہیں۔

اور اگر بہت سے ممالک ابھی تک ہماری دوستی کا دم بھرتے ہیں تو وہ بھی کھلے بندوں ہماری مدد نہیں کر سکتے اس لیے نہیں کہ وہ ہماری اخلاقی مدد کرنا نہیں چاہتے بلکہ اس لیے کہ وہ خود بھی اس منظم پروپیگنڈے کی قوت سے خوف زدہ ہیں کہ کہیں اس بے رحم پروپیگنڈے کا رُخ ہماری طرف نہ ہو جائے خاص طور سے مغربی ذرائع ابلاغ نے تو شاید بطور پالیسی کے یہ طے کر لیا ہے کہ پاکستان کو اپنی ہر قسم کی ناوک افگنی کا ہدف بنانا ہے۔

ہر وہ الزام اور اتہام پاکستان پر لگایا جا رہا ہے جس سے پاکستان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ایٹمی ٹیکنالوجی کے سلسلے میں مغربی ذرائع ابلاغ نے وہ کونسا دقیقہ تھا جو ہمارے خلاف فروگذاشت کیا ہو اور وہ کون سا بہتان تھا جو ہم پر نہ لگایا گیا ہو۔ مغربی اخبارات و جرائد کو اٹھا کر دیکھیے پاکستان کے خلاف نت نئے شوشے نظر آئیں گے۔

یہ جو کچھ ہو رہا ہے ہمارے ملک کے اربابِ سیاست اور ارباب اقتدار دونوں اس سے بخوبی آگاہ ہیں اور گاہے ماہے ارباب اقتدار اور ارباب سیاست کی جانب اس سلسلے میں غم و غصہ کا اظہار بھی ہوتا رہتا ہے حکومت کی طرف سے سفارتی سطح پر بھی کہا سنی کی جاتی ہے اور کبھی کبھار احتجاج کی نوبت آ جاتی ہے۔

لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہمارے اس طرزِ عمل سے اور ہماری طرف سے رسمی احتجاج کی وجہ سے وہ طاقتیں ہمیں معاف کر دینے کے لیے تیار ہو جائیں گی جن کے دلوں میں ہماری دشمنی بحیثیت ایک قوم کے راسخ ہو چکی ہے اور وہ یہ کسی بھی قیمت پر گوارا ہی نہیں کرتیں کہ ہم ترقی یافتہ اور خوشحال قوموں کی صف میں کھڑے ہوں۔ کیا ہمیں اس پر اکتفا کرنا چاہیے جو کچھ ہم کر رہے ہیں اور کیا ہمیں اس پر قناعت کر لینی چاہیے جو کچھ ہمیں حاصل ہے۔ کیا ہم اپنی موجودہ پوزیشن سے مطمئن ہیں۔

اگر ہمارے ارباب سیاست اور ارباب اختیار دیانتداری سے یہ اقرار کر لیں کہ ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم اپنی موجودہ پوزیشن سے مطمئن ہیں تو پھر کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور اگر وہ یہ اقرار کرنے میں پس و پیش کرتے ہیں اس اقرار میں شامل سب کام لیتے ہیں۔ اس اقرار میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں تو پھر ان کی خدمت میں مؤدبانہ گذارش کی جا سکتی ہے کہ وہ موجودہ بحران کی اس ہولناک فضا کو کیوں برقرار رکھے ہوئے ہیں اور ملک کے اندرونی بحرانی حالات کو درست کرنے کے لیے حب الوطنی اور قومی خیرخواہی کے نکتہ نگاہ کو سامنے رکھ کر کیوں نہیں آگے بڑھتے ذاتی مفادات کی گمراہ کن چکا چوند نے ان کی آنکھوں کو کیوں خیرہ کیا ہوا ہے۔

ہمیں یہ کہنے میں بھی کوئی باک نہیں کہ موجودہ بحران کی زیادہ تر ذمہ داری ارباب اقتدار اور سیاست دانوں کی اسی ٹکڑی پر عائد ہوتی ہے جو نام تو قوم اور ملک کا لیتے رہتے ہیں دہائی تو دین کی سربلندی اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی دیتے رہتے ہیں اور سوچتے ہیں گروہی اور فرقی زاویۂ نگاہ سے ہیں۔

ہم ببانگ دہل کہتے ہیں کہ جب تک علاقائیت فرقہ واریت جلب حصول اقتدار اور بقائے اقتدار کے نکتہ نظر سے سوچنے کے تمام زاویوں کو توڑ نہیں دیا جاتا ہم اس بحرانی کیفیت سے دوچار رہیں گے جس سے ہم آج ہیں بلکہ اس سے بھی بدتر حالات کے امکان سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہم ان زاویوں کو توڑیں گے اور قومی مفاد کی شاہراہ اعظم پر چلیں گے تو ہم باوقار قوموں کی صف میں جگہ پانے کے قابل ہوں گے۔ ورنہ نہیں ہمارے دشمنوں کا پروپیگنڈہ ہی اس وقت بند ہو سکتا ہے جب ہم قومی یکجہتی" کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لیں گے اور ہمارے دوست ممالک بھی ہماری اخلاقی اور دوسری قسم کی امداد اسی وقت کر سکتے ہیں جب ہم خود اپنی مدد آپ کرنے کی پوزیشن میں ہوں گے۔

ٹکٹوں کی عدم دستیابی ، قابل توجہ مسئلہ

عرصہ ڈیڑھ [illegible] سے محکمہ ڈاک میں بدانتظامی بڑھ گئی ہے ڈاک کی چوری، منی آرڈروں کے گم ہونے اور بیرون ممالک کو بھیجے جانے والے خطوط پر سے قیمتی ٹکٹوں کے اتارے جانے کی شکایات میں روز افزوں اضافہ ہوتا جا رہا ہے باوجود اس کے کہ عوام کی طرف سے وزارت مواصلات اور پوسٹ ماسٹر جنرل کو متعدد شکایات کی گئی ہیں مگر تاہنوز ڈاک میں مذکورہ تمام پوشیدہ برائیاں موجود ہیں ان کے سدباب کے لیے افسران بالا کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

علاوہ ازیں ان "پوسٹل جرائم" کے عوام کو محکمہ ڈاک سے ایک شکایت اور ہے وہ یہ کہ محکمہ کے پاس ٹکٹوں کی انتہائی حد تک کمی ہے چھوٹے ڈاکخانے تو کیا بڑے بڑے ڈاک خانوں میں ٹکٹیں ناپید ہیں ٹکٹوں کی اس عدم دستیابی کے باعث شعبۂ صحافت کو شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ خصوصاً پانچ، دس بیس، پچیس پیسے کی مالیت کی ٹکٹیں تو ڈاک خانوں سے عرصہ سے غائب ہیں۔ مذکورہ مالیت کی ٹکٹوں کی رسائل و اخبارات کو روزانہ لاکھوں کی تعداد میں ضرورت پڑتی ہے۔

باوثوق ذرائع کے مطابق ٹکٹوں کی عدم دستیابی کی اصل وجہ سکیورٹی پرنٹنگ پریس کراچی میں بیرون ممالک کی کرنسی چھاپ رہا ہے بایں وجہ ملکی ٹکٹوں کی چھپائی کی باری نہیں آتی۔

وزارت مواصلات اس سلسلے میں خصوصی توجہ دے تاکہ رسائل و اخبارات کو ٹکٹوں کی دستیابی یا دستیابی میں دیری کی وجہ سے جو نقصان ہو رہا ہے اس سے بچ سکیں۔

مدیر کے قلم سے

نورانی میاں اور انکی سیاسی حکمت عملی

......نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی

جمعیۃ علماء پاکستان کے جنرل سیکرٹری مولانا عبدالستار خان نیازی نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ قومی اتحاد نے حصہ نہ لیا تو عام انتخابات محض ایک ڈھونگ ہوں گے انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جمعیۃ علماء پاکستان ملکی مفاد کی خاطر ان میں حصہ نہیں لے گی۔

اس میں شک نہیں کہ مولانا نیازی کا یہ بیان بعد از وقت ہے لیکن صبح کا بھولا اگر شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا ہوا نہ کہو۔ اگر واقعی مولانا کے جذبات و خیالات کا رخ صحیح سمت کیطرف راغب ہو گیا ہے تو اس کا صاف ستھرا راستہ یہ ہے کہ وہ اپنی جماعت کے صدر جناب نورانی میاں کو سمجھا بجھا کر پاکستان قومی اتحاد میں جمعیۃ علماء پاکستان کی شمولیت پر آمادہ کریں۔

اور اگر وہ خود اور ان کی جماعت کے سربراہ نورانی میاں ڈبل گیم کھیلنا چاہتے ہیں جیسا کہ قومی حلقے ان کے بیانات سے محسوس کر رہے ہیں تو انہیں یہ سوچ سمجھ کر اس وادی میں قدم رنجہ فرمانا چاہیے کہ حقائق پر زیادہ دیر تک پردہ نہیں ڈالا جا سکتا اس قسم کی گیم کھیل کر وقتی طور پر بظاہر جمعیۃ علماء پاکستان کے لیڈر کامیاب ہو جائیں لیکن ان کی یہ کامیابی مستقل اور پائیدار نہیں ہو گی بلکہ ملک و قوم کے لیے نہایت ہی خطرناک ثابت ہو گی۔

جمعیۃ علماء پاکستان کے رہنما صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں کی پالیسی پر گامزن ہیں ایک طرف تو وہ حکومت کی پالیسیوں پر تنقید کرتے ہیں دوسری طرف بالفعل حکومت کی تائید کرتے ہیں رجسٹریشن کے خلاف واویلا کرتے ہیں مگر بطور احتجاج رجسٹریشن بھی کرا لیتے ہیں۔ بلدیاتی انتخابات کا عام انتخابات سے پہلے کرانا ملک اور قوم کے لیے نقصان دہ بھی بتاتے ہیں اور حکومت سے شدید احتجاج کرتے ہوئے اس میں حصہ بھی لے لیتے ہیں اس سے بڑھ کر شاہ فرید الحق حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ کاغذات داخل کرانے کی تاریخ میں ایک ہفتہ کا اضافہ کر دیا جائے اور نیازی صاحب فرماتے ہیں کہ جمعیۃ علماء پاکستان کے صدر نائب صدر اور ناظم اعلیٰ کے سوا کسی کو پالیسی بیان دینے کا حق حاصل نہیں۔

غضب یہ کہ نورانی میاں جو دو سال سے مسلسل و متواتر یہ راگ الاپتے رہے ہیں کہ ان کی جماعت کسی سے کوئی اتحاد نہیں کرے گی۔ وہ تنہا اس پوزیشن میں ہے کہ عام انتخابات میں واضح اکثریت حاصل کرے۔ اب پیپلز پارٹی سے اتحاد کرنے کی باتیں کر رہے ہیں۔

قومی اتحاد کے صدر جب بار بار نورانی میاں اور دیگر جماعتوں کو آنے والے حالات کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے دعوتِ اتحاد دے رہے تھے تو نورانی میاں جواباً قومی اتحاد کو صلواتیں سنا رہے تھے اور داعی اتحاد مولانا مفتی محمود کے بارے میں سوقیانہ لہجہ میں بات کرنے پر اتر آئے تھے۔

نورانی میاں نے اپنی ہر تقریر میں قومی اتحاد کو مردہ گھوڑے سے تشبیہ دی اور ہر مقام پر طنز و تعریض کے ڈونگرے برسائے گویا دعوت اتحاد ان کی چڑ ہو گئی تھی اس لیے کہ انہیں یہ وہم ہو گیا تھا کہ وہ سواد اعظم کے نمائندہ کی حیثیت سے کلام بلاغت نظام فرما رہے ہیں باخبر حلقے تو یہ بھی کہتے ہیں کہ بلدیاتی انتخابات میں ٹیسٹ کیس کے طور پر جمعیۃ علماء پاکستان نے حصہ لیا ہے اور ان انتخابات میں "عوام دوست" امیدواروں کی کامیابی کے بعد ان کے لب و لہجے میں یک بیک تبدیلی آئی ہے مگر عملی طور پر جو چال چلی جا رہی ہے وہ وہی بے ڈھنگی ہے۔ جمعیۃ علماء پاکستان کے رہنما اگر ڈبل گیم نہیں کھیل رہے تو ان کے قول و عمل میں تضاد کیوں ہے اس تضاد کو ختم کریں اور مشترکہ مقاصد کے لیے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر کام کریں۔

اگر یہ لوگ خلوص دل سے یہ سمجھتے ہیں کہ قومی اتحاد کی شرکت کے بغیر عام انتخابات محض ایک ڈھونگ ہے تو اس کے عملی تقاضوں کو بھی پورا کریں صرف بیان بازی کے ذریعہ تو اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ گذشتہ را صلوٰۃ اور آئندہ را احتیاط کے اصول کو سامنے رکھ کر آگے بڑھیں وقت بڑی تیزی سے گزر رہا ہے اگر یہ اسی طرح کی دو عملی اور تذبذب کی کیفیت میں گزر گیا تو پھر ہاتھ ملنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو گا۔

اگر جمعیۃ کے رہنما قومی اتحاد کی طرف راغب ہونے میں پہلی کرنے سے اپنی سبکی محسوس کرتے ہیں تو خود قومی اتحاد کے رہنما تو ملک و قوم کے لڑ رہے تھے اور اسلامی نظام کے نفاذ کا نعرہ لگا رہے تھے اس وقت آپا دھاپی کا یہ عالم نہیں تھا جو اب دیکھنے میں آ رہا ہے۔

مفاد کی خاطر ان کے پاس چل کر آنے کے لیے تیار ہیں قومی اتحاد کے صدر نے متعدد بار پیشکش کی ہے کہ میں نورانی میاں کے گھر جا کر بھی دعوت اتحاد دینے کے لیے تیار ہوں اور ان کی یہ پیشکش تا حال باقی ہے لیکن شرط وہی ہے کہ نورانی میاں کو ایک سیاسی رہنما ہونے کے ناطے سے اس دعوت کا مثبت جواب دینا ہوگا اور موجودہ دوعملی کو چھوڑنا پڑے گا۔

یہ بات اب ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ یہ تضاد قول و عمل ہی تھا جس نے بھٹو ایسے انتھک اور ذہین سیاستدان کو قعر ہلاکت کے حوالے کر دیا اگر کوئی اور سیاستدان بھی اس راہ کو اپنائے گا تو وہ یقیناً اسی قسم کے خوفناک انجام سے دوچار ہوگا جس سے ذوالفقار علی بھٹو کو اپنی تمام تر زیرکی و ذہانت کے باوجود ہونا پڑا۔

نورانی میاں یہ بیان بھی دے چکے ہیں کہ اگر ملک کی بڑی پارٹیوں نے انتخابات میں حصہ نہ لیا تو ہم بھی انتخابات کا بائیکاٹ کریں گے۔ اب جبکہ حکومت نے پاکستان قومی اتحاد اور پیپلز پارٹی کو رجسٹریشن ایسی ذلت آمیز شرط تسلیم نہ کرنے کی پاداش میں انتخابات لڑنے کے حق سے محروم کر دیا ہے نورانی صاحب کو چاہیے کہ وہ اپنے قول کا پاس کرتے ہوئے انتخابات میں کم از کم اس وقت تک حصہ نہ لیں جب تک رجسٹریشن کی شرط منسوخ نہیں کر دی جاتی یا اس میں تبدیلی نہیں ہوتی قومی اتحاد اور پیپلز پارٹی کے علاوہ این ڈی پی اور پی این پی بھی عام انتخابات میں حصہ نہیں لے سکتیں مسلم لیگ چٹھہ گروپ نے رجسٹریشن کرانے کے باوجود موجودہ صورت میں انتخابات کا بائیکاٹ کیا ہے اب انتخابات میں حصہ لینے والی جماعتوں میں لے دے کے قابل ذکر جماعتیں تحریک استقلال جمعیتہ علماء پاکستان اور جماعت اسلامی ہی رہ جاتی ہے اور یہ تینوں جماعتیں بھی تا دم تحریر ایک دوسرے کے مقابلے میں انتخابات لڑنے کے لیے لنگر لنگوٹ کس رہی ہیں جمعیتہ علماء پاکستان اور جماعت اسلامی میں تو کسی بھی سطح کا اتحاد ویسے ہی خارج از امکان ہے۔ تحریک استقلال بھی اپنے مزاج اور افتاد طبع کی وجہ سے درایں حالت کسی جماعت سے اتحاد کرنے کے لیے تیار نہیں تحریک میں یوں بھی سیکولر ذہن کے رہنماؤں کی بھرمار ہے خود تحریک کے سربراہ بھی اس نظام مصطفیٰ کے حق میں نہیں جس کے علمبردار جناب نورانی ہیں۔

تحریک کے نائب صدر جناب وزیر علی غزنوی کے نظام مصطفیٰ کا نعرہ لگا چکے ہیں اور نورانی گروپ کے ناظم اعلیٰ اس نعرے پر غم و غصہ کا اظہار بھی فرما چکے ہیں ایک موقع پر تو اصغر خان نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ میں مزاروں پر چادریں چڑھانے کا قائل نہیں ہوں گو نورانی میاں ان کی اس جراءت رندانہ کو سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر پی گئے ہیں لیکن کون نہیں جانتا کہ نورانی گروپ کے بنیادی عقائد میں مزاروں پر چادریں چڑھانا ہی نہیں اور بہت سی چیزیں چڑھانا بھی ہے حتیٰ کہ بکرا اور چھترا تک مزارات پر چڑھا دیا جاتا ہے اور پھر نورانی میاں نے تو محض مزار پر چادر چڑھانے کے لیے ہندوستان تک کا سفر برداشت کیا ہے یہ اور بات ہے کہ ان کی ہی جمعیتہ کے ایک سابق رہنما عثمان کنیڈی نے یہ کہہ کر حقیقت بیان کر دی ہو کہ نورانی میاں خواجہ اجمیری کے مزار پر چادر چڑھانے کے بہانے میرٹھ یاترا کرنے گئے تھے جہاں ان کی جنم بھومی ہے۔

نظر بظاہر تو کوئی ایسی صورت نہیں ہے کہ ان تینوں جماعتوں میں کوئی انتخابی سمجھوتہ ہو اگر یہ جماعتیں علیحدہ علیحدہ امیدوار کھڑے کرکے بلکہ ایک دوسرے کے مقابلے میں امیدوار لاکر انتخابات میں حصہ لیتی ہیں تو فائدہ کس کو پہنچے گا کیا یہ اس طرح متناسب نمائندگی کے معیار پر پورا اتریں گی کیا اس طرح سے آزاد امیدواروں کی چاندی نہیں ہو جائے گی جن پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں اور جنہیں ہر طرح کی چھوٹ حاصل ہے۔

اس کے ساتھ جنرل ضیاء الحق کے مختلف بیانات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کبھی وہ کہتے ہیں کہ اتنی ساری جماعتوں کو اقتدار سپرد نہیں کیا جا سکتا۔ کبھی کہتے ہیں ملک کا مسئلہ سیاسی نہیں معاشی ہے کبھی ارشاد ہوتا ہے انتخابات سے زیادہ ایٹمی ٹیکنالوجی ضروری ہے کبھی فرمان جاری ہوتا ہے کہ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ ضیاء الحق ۱۷ نومبر کو انتخابات کرائے گا۔

جنرل صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ مجھے اپنے ذاتی وعدے سے ملک کی سالمیت زیادہ عزیز ہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے یہ بھی بلا روک ٹوک کہہ دیا کہ مجھے صدر بننا ہوا تو عوام سے براہ راست رائے لی جائے گی۔

اب بتائیے کس برتے پر یہ دو تین جماعتیں انتخابات میں حصہ لینا چاہتی ہیں اور اس طرح سے وہ کونسے مثبت مقاصد ہیں جو پورے ہو سکتے ہیں جنرل صاحب نے تو یہ بھی کہہ دیا ہے کہ مثبت نتائج برآمد نہ ہوئے تو اقتدار منتقل نہیں کیا جائے گا۔ اس کے بعد وہ کونسا آسرا باقی رہ جاتا ہے جس کے سہارے یہ دو تین جماعتیں انتخابات کی بھٹی میں غیر یقینی حالات کے باوجود اپنے آپ کو جھونک رہی ہیں یہی بے اصولیاں ہیں جس کی وجہ سے ارباب اقتدار جب چاہتے ہیں سیاستدانوں کو جلی کٹی سنانا شروع کر دیتے ہیں اور جنرل صاحب تو اب کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے جس میں سیاستدانوں کے لتے نہ لیں المیہ یہ ہے کہ چند بے اصول سیاستدانوں کی وجہ سے ان تمام سیاستدانوں کو رگیدا جاتا ہے جو اپنے اصولوں پر سختی سے قائم ہیں اور جو قول و عمل کے تضادات کا شکار نہیں۔

عوام بھی ان بے اصول سیاستدانوں کی کرنیوں سے تنگ آکر اب سیاست ہی سے نفرت کرنے لگے ہیں اور عوام بھی اچھے برے کی تمیز کیے بغیر سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنے کی کوشش کرتے ہیں یہ وہی عوام ہیں جو سیاستدانوں کے ایک ایک حکم پر پروانہ وار فدا ہو رہے تھے۔ اپنی جانوں تک کے نذرانے پیش کر رہے تھے اس لیے کہ سیاستدان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر ان کے حقوق کی جنگ

رواں دواں | زاہد بلند شہری

مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کا نسوانی نظریہ ایمانی قلعوں پر نقب لگانے کی ایک درآمدی سازش ہے

اصغر خان بہر صورت اقتدار چاہتے ہیں

دورِ حاضرہ میں اخلاقی گراوٹ انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ معاشرے کا ہر معزز آدمی اس تاریک ماحول میں گھٹن محسوس کر رہا ہے۔ شہر تو شہر گاؤں اور دیہات بھی اس ریلے کی لپیٹ میں آتے جا رہے ہیں۔ خصوصاً نوجوان نسل (NEW GENERATION) ضرورت سے زیادہ اس ماحول کو اپنا رہی ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی اصلاحی تحریک کامیابی کی منزل تک نہیں پہنچ پاتی اور راستے ہی میں دم توڑ دیتی ہے۔

قوم کی اخلاقی پستی کی ذمہ داری جہاں والدین استاد و دیگر نشریاتی اداروں پر عائد ہوتی ہے وہاں فلم کو بھی اس میں بڑا دخل ہے۔ اور یہ فلم خواہ ٹی وی پر دکھائی جائے یا سینما میں! بہر حال فلم فلم ہے چاہے اسے کتنا ہی مقدس نام دے لیں۔ فلم کے بارے میں پہلا تصور ہی گانوں اور فحش مناظر کا ہوتا ہے۔

پہلے پہل ٹی وی سے ہفتہ میں ایک بار اُردو فلم اور کئی مرتبہ انگریزی فلمیں دکھائی جاتی تھیں۔ تاہم اس سے معاشرے میں اتنا بگاڑ پیدا نہیں ہوا جتنا کہ بھارت کے امرتسر ٹی وی سے ہفتہ میں دو بار ہندوستانی فلموں کے دکھانے سے ہوا۔ اور اب نئی پود جو ابتدائی سکولوں میں تعلیم پا رہی ہے چلتے پھرتے ان ہندوستانی فلموں کے مکالمے اور گانوں کو دہراتی ہے۔ ہندوستانی فلمیں جہاں ہمارے اخلاقی بگاڑ کی ذمہ دار ہیں وہاں ان فلموں سے ہماری مذہبی اقدار بھی مجروح ہو رہی ہیں۔

ہندوستان کی تمام فلموں میں ہندو مذہب کا کسی نہ کسی انداز میں پروپیگنڈہ ضرور ہوتا ہے بچے تو بچے نوجوان بھی اس خفیہ پروپیگنڈے کو فلم کا ایک حصہ سمجھ کر اسے اپنی روزمرہ زندگی کا حصہ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

گزشتہ دنوں مقامی روزنامے میں ایک اسکول کی ہیڈ مسٹریس کا خط شائع ہوا تھا جس میں اس نے بتایا تھا کہ اس کی ننھی شاگردیں صبح صبح اپنی استانیوں کو سلام کی بجائے "نمستے" کرتی ہیں اور اب تو شادی بیاہ ایسی دیگر تقریبات میں خواتین ماتھے پر ہندو عورتوں کی طرح "بندیا" لگاتی ہیں جو سراسر ہندوؤں کی مذہبی نشانی ہے۔

ہماری پاکستانی فلمیں بھی ان سے کسی طرح کم نہیں ان میں مار دھاڑ اور خون خرابے کے ایسے ایسے مناظر فلمائے جاتے ہیں کہ فلم بین سینما سے باہر نکلتے وقت ان کی نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور باہم تو تکار میں بھی فلمی مکالمے زینت بنتے ہیں۔

"چادر اور چار دیواری" کا نظریہ بھی امرتسر ٹی وی اور پاکستانی فلموں کے طفیل پس پردہ چلا گیا ہے۔ اور نوجوان نسل تو یہاں تک کہہ رہی ہے کہ اس نظریے کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی کیونکہ بقول ان کے خواتین "آزادیٔ نسواں" کی طرف گامزن ہیں۔ اور مزید یہ کہ ملکی ترقی میں خواتین عضو معطل بن کر نہیں رہ سکتیں۔

یہ بھی عجیب منطق ہے لاکھوں ہنرمند پڑھے لکھے اور عالم فاضل لوگ بے روزگار پھر رہے ہیں ان کی صلاحیتوں سے مطلق فائدہ نہیں اٹھایا جا رہا اسی بے روزگاری کی وجہ سے آج تک اوسط سالانہ آمدنی ۷۵ ڈالر سے نہیں بڑھ سکی۔ جب مردوں کی بے روزگاری کی یہ حالت ہو تو عورتوں کو کیا ضرورت ہے کہ وہ بھی ان بے روزگاروں میں اپنا نام لکھوائیں اور ملازمت کے لیے تگ و دو کریں۔ کیا پہلے ملازمت کرنے والی خواتین ہی کافی نہیں ہیں؟

مردوں کے "شانہ بشانہ" کام کرنے کا نسوانی نظریہ ایمانی قلعوں پر نقب لگانے کی ایک درآمدی سازش ہے جبکہ اسلام قطعاً کسی بھی مسلمان عورت کو غیر محرم مسلمان مرد کے قریب بھی پھٹکنے کی اجازت نہیں دیتا۔ کجا یہ کہ عورتیں مردوں کے "شانہ بشانہ" بغیر

"چادر اور چار دیواری" کے فیکٹریوں اور دفتروں میں ایمانوں پہ ڈاکے کا باعث بنیں۔

بات فلموں کی وجہ سے ماحول میں پراگندگی کی ہو رہی تھی فلمیں ماحول میں اخلاق کو ختم کرنے کے ساتھ ساتھ نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو آزادانہ میل جول کی بھی ترغیب دے رہی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ "چادر اور چار دیواری" جو شریعت اسلامیہ کے قلعہ کی خشت اول ہے اس آزادانہ ماحول میں قصہ پارینہ بنتی جا رہی ہے

اپنے معاشرے کو ایسی مذکورہ برائیوں اور بے راہ روی سے بچانے کے لیے والدین۔ اساتذہ کرام۔ ریڈیو۔ ٹی وی کے ساتھ ساتھ حکومت کا بھی فرض ہے کہ وہ فلمی دنیا پر اپنی گرفت سخت کر دے۔ ابھی شاخ نرم ہے تنا بن گئی تو موڑنا مشکل ہوگا۔

مذاکرات کے ذریعے قائم ہونے والی سیاسی جمہوری فضا کو فوج کو دعوتِ اقتدار دیکر ختم کرنے والے مسٹر اصغر خان صدر جنرل ضیاء الحق سے جب ملاقات کر کے آئے تو اخباری نمائندوں کے سامنے ایک عدد بیان برائے بیان حسب عادت داغ دیا فرمایا "صدر مملکت صرف حسابات کے گوشوارے داخل کرنے والی جماعتوں کے معاملے پر دوبارہ غور کرنا چاہتے ہیں"

نیز یہ کہ "نام نہاد بڑی جماعتیں رجسٹریشن کا بہانہ بنا کر راہ فرار ڈھونڈ رہی ہیں"

اصغر خان کے مذکورہ بالا اول الذکر بیان کے تجزیہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ موصوف جنرل صاحب کو "صاف صاف" بتا آئے ہیں کہ اقتدار صرف اور صرف بلا شرکت غیرے ان ہی کو ملنا چاہیے۔ وہ ہر صورت اقتدار چاہتے ہیں خواہ جمہوری طریقے سے یا انتخاب میں بڑی سیاسی جماعتوں کی شرکت کے بغیر!

حالانکہ پاکستان کی دو بڑی سیاسی جماعتیں یعنی قومی اتحاد اور پیپلز پارٹی جن کے ساتھ ملک کی ۹۰ فیصد اکثریت ہے اگر ان عام انتخابات سے جبراً سازشی انداز میں الگ کی گئیں تو یہ ملک کے لیے کسی بڑے المیہ سے کم نہ ہوگا۔ صاف ظاہر ہے کہ رجسٹریشن تو سراسر سیاسی جماعتوں کے بھونڈے طریقہ پر توہین ہے جو نام نہاد اکثریت کے دعویدار اصغر خان اور نورانی نے "صدق دل سے" قبول کی اور یوں سیاسی جماعت ہونے کے ناطے فوجی حکمرانوں کے سامنے دیگر سیاسی جماعتوں کو ذلیل و خوار کرانے کی کوشش کی۔

حسابات کے گوشوارے داخل کرنا اتنا معیوب نہیں مگر پھر بھی پیپلز پارٹی نے ہنوز گوشوارے داخل نہیں کیے ہیں جبکہ تاریخ بھی گذر چکی ہے اور اب اصغر خان نے متذکرہ بیان دیکر پیپلز پارٹی ایسی قومی اتحاد کے بعد بڑی جماعت کو انتخابات سے علیحدہ کرنے کے لیے فوجی حکمرانوں کو جمہوریت کشی کی ترغیب دی ہے۔ حالانکہ مولانا مفتی محمود صاحب بارہا فرما چکے ہیں کہ ہم پیپلز پارٹی کا مقابلہ سیاسی میدان میں کرنا چاہتے ہیں۔

حسابات کے گوشوارے اور رجسٹریشن کے مسئلہ کو آڑ بنا کر کسی بھی سیاسی جماعت کو میدان سیاست سے ناجائز طور پر علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔

موصوف اصغر خان فرماتے ہیں

"نام نہاد بڑی جماعتیں رجسٹریشن

کا بہانہ بنا کر راہ فرار ڈھونڈ رہی ہیں"

اصغر خان اپنے بارے میں کس قدر خوش فہمی میں مبتلا ہیں مذکورہ بیان سے وہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ انہی کی پارٹی سب سے بڑی پارٹی ہے۔ باقی سب چھوٹی ہیں۔

جبکہ پارٹی کی حالت زار یہ ہے کہ پورے ملک میں کارکن تو کجا عہدیدار بھی پورے میسر نہیں ہیں۔ درحقیقت اصغر خان اپنی ذات کے خول سے نکلنے کے لیے تیار نہیں اور اگر سوئے اتفاق وہ ذاتی طور پر انتخابات میں کامیاب ہو بھی گئے تو یہ سمجھ لیا جائے کہ ان کی پارٹی کامیاب ہو گئی ہے۔

اصغر خان کی بے سروپا باتیں تو کسی بھی ذی فہم شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتیں

موصوف فرماتے ہیں:۔

"انتخابات بتا دیں گے کہ ملک کی

سب سے بڑی جماعت کون

سی ہے"

ظاہر ہے جب ملک کی دو بڑی سیاسی جماعتوں کو انتخابات سے علیحدہ کر کے انتخابات کرائے جائیں گے تو "اندھوں میں کانا راجا" تحریک استقلال ہی ہوگی۔

ہاں اگر قومی اتحاد اور پیپلز پارٹی کو ان انتخابات میں حصہ لینے کا موقع دیا گیا تو اصغر خان کی یہ بات بالکل درست ہے کہ پتہ چل جائے گا کہ "ملک کی سب سے بڑی جماعت کونسی ہے"

موصوف کہتے ہیں پیپلز پارٹی اور قومی اتحاد رجسٹریشن کا بہانہ بنا کر انتخابات سے بھاگ رہی ہیں۔ درحقیقت رجسٹریشن کی شرط لگا کر دونوں بڑی جماعتوں کو انتخابات سے ہٹایا جا رہا ہے کیا ماضی کے الیکشن رجسٹریشن اور حسابات کے گوشواروں کے بغیر نہیں ہوئے؟ اصغر خان اور ان کے "ہم پیشہ" ضیاء الحق بتائیں کہ کیا یہ بھی قرآن میں لکھا ہے کہ

"رجسٹریشن ضروری ہے اس کے

بغیر انتخابات نہیں ہو سکتے"

کیا دنیا بھر کے جمہوری ملکوں میں ایسا ہی ہوتا ہے اصغر خان بڑے جمہوریت کے چیمپئن بنتے ہیں دنیا کی کسی بھی تاریخ سے ثابت کریں کہ جمہوریت کے لیے ایسا ضروری ہے۔

اصغر خان نے اپنے بیان میں آگے چل کر مزید کہا:۔

"میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا کسی

فوجی جرنیل کو اپنے حاکم کے طور پر قبول

کر لینا توہین آمیز بات نہیں تھی"

اصغر خان اگر نسیان کے مرض میں مبتلا نہیں ہیں تو وہ خود ہی بتائیں کہ فوجی جرنیل کو اپنے حاکم کے طور پر ہیر کوں سے کس نے بلایا تھا؟ کون پی این اے اور مسٹر بھٹو کے مذاکرات کے دوران فوجی جرنیلوں کے نام خطوط پر خطوط لکھ رہا تھا کیا وہ بھول رہے ہیں کہ بھٹو نے ان خطوط کا سرکاری طور پر نوٹس بھی لیا تھا اور اس بارے میں بھی فیصلہ کیا جا رہا تھا کہ اصغر خان کا فوجی ڈسپلن کو درہم برہم کرنے کے جرم میں محاسبہ کیا جائے۔ جبکہ مولانا مفتی محمود اور دیگر قومی اتحاد کے راہنما جو مذاکراتی ٹیم میں شریک تھے فوجی انقلاب کی بجائے مذاکرات کے ذریعے اس قضیے کا حل چاہتے تھے

باقی صفحہ ۱۱ پر

حافظ ارشاد احمد دیوبندی

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

مسلمانوں کے عروج کی تاریخ داستان مرتب کرنے والے متعصب غیر مسلم اہل قلم تک نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ مسلم اقوام کا عروج کسی کسی دنیاوی اور سائنسی ترقی کا مرہون منت نہیں مسلمانوں کی اصل طاقت اور ان کا عروج صرف احکامات خداوندی کی اتباع میں مضمر ہے تخلیق کائنات سے لیکر تا ہنوز ہر دور میں جب انسان کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے کمزور ہوا تب شیطان نے طاغوتی قوتوں میں اضافہ کر کے اپنے شیطانی کرتب دکھائے اور جب انسان کا تعلق باری تعالیٰ سے مضبوط تر ہوا تب ان عبادی لیس لک علیھم سلطان ؐ فرمان خداوندی کے مطابق حضرت انسان نے ان سائنسی ترقیوں سے بھی بڑھ کر ایسے محیر العقول کارنامے سرانجام دیئے کہ آج اس ترقی کے دور میں بھی کم از کم ان کی نظیر پیش کرنا بھی صرف مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت جس میں ہر قسم کے انواع میں سے انسانوں سے لے کر چرندوں پرندوں تک) ہوا میں پرواز کرتا تھا اس کی رفتار آج کی ساخت ہوائی جہاز یا راکٹ سیارہ وغیرہ سے بہت زیادہ تیز تھی جس کا ایک واضح ثبوت قرآن کریم نے بھی تخت ملکۂ سباء کو لانے کے لیے کیا ہے کہ علم کتاب جاننے والے ایک صاحب نے حضرت سلیمانؑ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ میں ملکہ سباء (بلقیس) کے تخت کو صرف میرتد الیک طرفک یعنی آنکھ جھپکنے ہی پیش کر سکتا ہوں راجح قول یہی ہے کہ یہ شخص حضرت علیہ السلام کا صحابی اور وزیر اعظم آصف بن خیار ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت نے اوپر دیکھا تو آپ کے سامنے تخت بلقیس موجود تھا آج کتنی ہی ترقی کیوں نہ ہو جائے حتیٰ کہ انسان چاند ہی تک پہنچ جائے مگر یہ کارنامہ سرانجام نہیں دے سکتا ہاں اگر تعلق مع اللہ اس طرح قائم ہو جائے تو سینکڑوں میلوں سے دور بیٹھ کر بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسلمان قافلہ کی رہنمائی بایں الفاظ کر رہے ہیں۔ "یا ساریۃ الجبل" اس مختصر تمہید کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی ترقی ان ظاہری اسباب کی محتاج نہیں ہاں اسلام ایک منجمد مذہب بھی نہیں اسلام میں جامعیت ہے مگر تعلق مع اللہ کی شرط کو اسلام سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ آج مذہب کو مُلا ازم کے نام سے پکارا جاتا ہے اور شعار اسلامی کو بھی مولویوں سے منسوب کر کے اس کی مقدور بھر تضحیک کی جا رہی ہے اور ترقی کے لیے پوری طرح مغربیت سے لیس ہو کر اور مغرب کی نقالی کر کے اپنی طاقت بڑھائی جا رہی ہے مگر یہ تجربہ ہر لحاظ سے ناکام و نامراد ثابت ہوگا اگر تعلق مع اللہ کے بغیر صرف بنک بیلنس سے ہی ترقی مسلم ممکن ہوتی تو آج کا مسلم اپنے پیشروؤں سے افضل ہوتا مگر حقیقت اس کے برعکس ہے ہمارے اسلاف نے شکم پر پتھر باندھ کر فاقہ برداشت کر کے بڑی بڑی جابر و ظالم سلطنتوں کو زیر و زبر کر ڈالا مگر آج ہم چند نام نہاد بزعم خویش یا بظاہر بڑی طاقتوں سے صرف مرعوب ہی نہیں بلکہ احساس کمتری کا شکار ہو کر "الکفر ملۃ واحدۃ" سے اپنی ترقی کی بھیک مانگ رہے ہیں یہ سزا ہمیں اس لیے مل رہی ہے کہ ہم اپنے پیغمبر اسلام علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کو چھوڑ کر غیر مسلموں یعنی خدا و رسولؐ کے دشمنوں کے غلط طریقہ کار کے مطابق صرف دنیاوی ترقی کے متلاشی ہو کر رہ گئے ہیں فحش زندگی فحش معاشرہ کو ہم نے عملاً تسلیم کر لیا ہے گھر گھر ٹیلی ویژن کے ذریعہ فحشا و منکرات سے قلبی سکون تلاش کیا جا رہا ہے ہر مرد و عورت بلکہ بوڑھے اور بچے تک موسیقی کے ایسے دلدادہ ہیں کہ ہر فرد کے پاس علیحدہ علیحدہ ریڈیو ہے جیسے قرآن کریم کی طرح حمائل کر رکھا ہے مسلمان کا ایمان یہ ہے کہ رات کو سوتے وقت آیات قرآنیہ پڑھ کر آرام کریں مگر اب جب تک گانے وغیرہ سے دل کو نہ بہلائیں نیند نہیں آتی ؎

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

جبکہ ہم اب پوری طرح اسلاف کے اسلامی طریقوں سے کٹتے جا رہے ہیں ضرورت ہے کہ اسلاف کے کارناموں کو عام کیا جائے تاکہ آنے والی نسلوں کو اپنے آباؤ و اجداد کے جرأت مندانہ کارناموں سے واقفیت ہو وَالّا اگر ہم صورتاً اور سیرتاً اسی تیز رفتاری کے ساتھ اغیار کے نقال بنتے گئے تو پھر عنقریب ہمارا

عشر بھی قوم عاد و ثمود سے مختلف نہیں ہوگا بلکہ آہ ع

ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

تاریخ اسلاف سے تاریخ اندلس کا ایک المناک اور عبرت انگیز باب جب عیسائیوں نے پہلی بار مسلمانوں کو زیر کرنے کے مذموم عزائم تیار کئے اور ظلم و ستم کی حد کر دی تو ہمارے بزرگوں نے اس نمرودی آگ کا مقابلہ کتنا جوانمردی سے کیا اور موت کو کس طرح ایک کھیل بنا دیا آج کی محفل میں ہم اپنے معزز قارئین کو اس کا مختصر سا تعارف کراتے ہیں منقول ہے کہ ایک عیسائی بادشاہ فرڈ بینڈ اور اس کی بیوی ازبلا نے اندلس کے ایک صوبہ غرناطہ کی سب سے بڑی جامع مسجد کو گرجا کی شکل میں تبدیل کر کے وہاں داخل ہو کر سب سے پہلے نماز شکرانہ ادا کی اس کے بعد یہ کوشش شروع ہوئی کہ مسلمان کسی طرح خود اپنی مرضی سے عیسائیت اختیار کر لیں اور مرتد ہو جائیں اس سلسلہ میں اول اول ان کے ساتھ نرمی اور رعایت کا معاملہ اختیار کیا گیا لیکن جب عیسائیوں کو یقین ہو گیا کہ مسلمانوں سے اپنا مذہب تبدیل کرانا کوئی بچوں کا کھیل نہیں تو اب انہوں نے نام نہاد ظاہری رواداری کو ختم کر کے جبر و تشدد کا معاملہ شروع کر دیا اس سلسلہ میں پہلا قدم یہ اٹھایا گیا کہ کسی عیسائی کے لیے مذہب اسلام اختیار کرنا جبراً اور قانوناً ممنوع قرار دے دیا گیا اور اس کے برعکس جو مسلمان عیسائی مذہب قبول کر لیتا تھا اس کے لیے زر و سیم کے انبار لگا دیئے جاتے تھے اس کے بعد ایک حکم جاری کیا گیا کہ جو لوگ عیسائی مذہب قبول نہیں کرتے انہیں اسپین سے نکل جانا چاہیے مسلمان بچوں کے ساتھ فاروں کے طریقہ کو بھی آزمایا گیا جب مسلمانوں نے شکایت کی اور میدان عمل میں کود کر ان کو چیلنج کیا تو ہزاروں مسلمان نذر آتش کر دیئے گئے حتیٰ کہ یہاں تک اعلان کیا گیا کہ مسلمان اپنا لباس پہننا ترک کر دیں اور نجاست کی ضرورت بھی عیسائی ... بھی کریں اور مغربی رقص میں شریک ہوں عورتوں کا برقع پہننا بھی قانوناً خلاف قرار دیا گیا یہاں تک کہ مسلمانوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنے اسلامی نام بدل ڈالیں مسلمان مورخین کے علاوہ خود یورپین مورخین نے بھی ان مظالم کو تفصیل کے ساتھ تاریخی ترتیب کے ساتھ بیان کیا ہے چنانچہ موسیو لیبان لکھتا ہے کہ اندلس کے غریب مسلمانوں پر جو مظالم توڑے گئے دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں مل سکتی حالانکہ یہی وہ مسلمان تھے جنہوں نے اپنے دور اقتدار میں عیسائیوں پر کسی قسم کے ظلم تو کجا عین انصاف کے ساتھ انکو رہنے کی سہولتیں دی گئی تھیں اگر اس وقت کے مسلمان حکمران عیسائیت کا خاتمہ کر دیتے تو آج پورا جزیرہ نما اسپین عیسائیوں کے نام و نشان اور ان کے وجود سے یکسر خالی ہو جاتا مگر مسلمان فطرتاً انصاف پسند واقع ہوا ہے اس لیے وہ دشمن سے بھی زیادتی کے خلاف ہے مگر ان ظالموں نے مسلمانوں کے علمی و ثقافتی کارناموں کو مٹانے کی طرف توجہ کی اس سلسلہ میں غرناطہ کے تمام مسلم گھروں کی تلاشی لی گئی اور عربی اور عربی زبان کی جتنی کتابیں ان کو جہاں کہیں ملیں ان سب کو ضبط کر لیا گیا مؤرخین کے قول کے مطابق اس طرح مسلمانوں کی دس لاکھ کتابیں جمع ہو گئیں ان میں قرآن کریم کی بڑی قیمتی جلدیں تھیں اور بنی اُمیہ کے دور کی وہ کتابیں جو دار السلطنت قرطبہ کی مایہ و فخر ناز تھیں اور نسلاً بعد نسلٍ بے بہا جواہرات سمجھی جاتی تھیں غرضیکہ مسلمانوں کا یہ بڑا عظیم علمی سرمایہ اور سونے چاندی سے ان کا ہر صفحہ مزین تھا بعض جلدوں پر کچھوے کی ہڈی سیپ، ہاتھی دانت اور جواہرات لگے ہوئے تھے اور ان کے کنارے خالص سونے کے تھے۔ علوم و فنون کے یہ بے بہا خزانے باب الرابلہ کے چوک میں لا کر ڈھیر کر دیئے گئے اور آہ ان کو آگ لگا دی گئی ایک مغربی عیسائی مؤرخ لکھتا ہے کہ وہ اس وحشیانہ مذہبی جوش سے جو نقصان دنیا کو پہنچا اس کا ادنیٰ اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ غالباً دنیا بھر میں ایسا قیمتی ذخیرہ علوم و فنون اب تا قیامت کہیں نہیں ملے گا جس کو اس چوک میں نذر آتش کر کے راکھ بنا دیا گیا اس سے وہ یگانہ روزگار علمی یادگاریں تباہ ہو گئیں جن کا بدل ناممکن ہے گھڑی بھر میں ان لوگوں نے وہ صدیوں کا جمع کیا ہوا بیش بہا خزانہ خاک سیاہ کر دیا جس سے زمانۂ حال کے مؤرخ مسلمانان اندلس کی تہذیب کے متعلق ایسے ماخذ بیان کر سکتے تھے جن کا علمی دنیا میں اب پتہ لگنا بالکل ناممکن ہے (اخبار اندلس) یورپ کے مؤرخین کا اندازہ ہے کہ جو کتابیں اس چوک میں جلائی گئیں ان کی تعداد ۸۰ ہزار تھی (الاسلام) اس باب الرابلہ کے چوک میں صرف یہ لاکھوں کتابیں ہی نہیں بلکہ ہزاروں مسلمانوں کو نذر آتش کر دیا گیا تھا یہ جنون یہاں تک پہنچا کہ جو عرب دین عیسوی قبول نہ کریں وہ خواہ مرد ہوں، عورتیں یا بچے سب کو قتل کر دیا جائے تاریخ دان طبقہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اندلس میں مسلمانوں پہ کیا گزری اگر کسی اور مذہب کے پیروکاروں پر اس ظلم و ستم کا ایک مقصد بھی ہوتا تو وہ مذہب ختم کر کے ان کے ہمنوا بن جاتے مگر الحمدللہ ہمارے آباؤ اجداد نے ایسے وحشیانہ ظلم و ستم کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور الحمدللہ کہ کئی سال جنگ لڑنے کے بعد ان کے حوصلے بلند رہے مگر ان ظالموں نے اعلان عام کر کے مسلمانوں کو سرزمین اندلس سے بالکل خالی کر دیا گیا تقریباً ۵ لاکھ مسلمانوں نے اور بعض کا قول یہ بھی ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد ۳۰ لاکھ تھی جن کا ¾ حصہ راستہ میں شہید کر دیا گیا تھا مگر غور کا مقام یہ ہے کہ کیا مسلمانوں نے ایسے ابتر حالات میں عیسائیت کی ترقی یافتہ صورتحال سے کوئی تاثر قبول کیا؟ ہرگز نہیں ایسے بڑے نقصانات کے باوجود مسلمانوں کے حوصلے بلند رہے انہوں نے صحابہ کرامؓ کی طرح ملک کو تو خیر باد کہہ دیا مگر اسلام سے اپنا تعلق قائم رکھا تعلق مع اللہ میں ہرگز ہی کمی نہ آنے دی مساجد

جلا دی گئیں قرآن کریم کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا گیا مگر نمازیں ادا ہوتی رہیں تلاوت قرآن میں ہرگز کمی نہ آنے دی آج صورتحال مختلف ہے مساجد عام ہیں قرآن کریم کے نسخے مسلمانوں کے گھروں میں موجود ہیں کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں مگر پھر بھی عورتیں برقعہ کو قید تصور کرتی ہیں مساجد ویران پڑی ہیں سینماؤں میں پاؤں رکھنے کو جگہ نہیں ملتی قرآن کریم کی تعلیمات پس منظر میں چلی گئی ہے مردوں نے عورتوں کے فیشن اپنا رکھے ہیں اور عورتیں مردانہ لباس میں چہل قدمی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں گویا کہ اسلام کو ہم نے اپنے ہر فعل سے علیحدہ ہونے پر مجبور کر دیا ہے ایسے حالات میں بھی اگر کوئی مسلمانوں کی ترقی کے خواب دیکھ رہا ہے تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک خاص مجلس میں ارشاد فرمایا تھا کہ جب انگریز ہندوستان کو غلام بنانے کی فکر میں تھا تو ان دنوں بطور آزمائش اس نے اپنی وحشت اور درندگی کا مظاہرہ کرنے کے لیے ایک دیہات سے چند باپردہ خاتون کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور ان مسلم غیور ماؤں کو حکم دیا کہ پردہ اتار دو ورنہ تمہارے دودھ پیتے بچے تمہارے سامنے ہی ذبح کر دیئے جائیں گے مگر ہماری غیور ماؤں نے بڑی جرأت اور حقارت سے ان کے اس سوال کو ٹھکرا کر جواب دیا کہ تم جو چاہو کر ڈالو مگر یہ برقع جو کہ سنت رسول علیہ السلام ہے فرمان خداوندی ہے اسے ہم کسی صورت نہیں اتاریں گی ہمارے بچوں کے ساتھ جو چاہو کر ڈالو مگر پردہ کا تحفظ ہر قربانی دیکر کیا جائے گا پھر انگریز ظالم نے ان معصوم بچوں کو ان غیور مسلم ماؤں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مگر انہوں نے پردہ نہ اتارا پھر مسلمانوں نے بھی جوابی حملہ کیا اور انگریز عورتوں کو گرفتار کر لیا اور ان کو حکم دیا کہ ہیٹ اتار دو مگر انہوں نے اس خوفناک منظر کے مدنظر نکریں اتار دیں اور پھر بھی برابر مسلمانوں نے اپنا دفاع جاری رکھا ملک اگرچہ مکمل طور پر انگریز کے قبضہ میں چلا گیا مگر علماء دیوبند نے جو ملک کی آزادی کے لیے قربانیاں دی ہیں وہ تاریخ کا ایک بڑا حصہ ہے ہزاروں کی تعداد میں تختہ دار پر لٹکائے گئے مگر باز نہ آئے اب آزادی کے بعد بھی اگر علماء حق کا ساتھ چھوڑ دیا گیا اور انگریز کی نقالی میں اسی رفتار سے ہم بڑھتے رہے تو تاریخ اندلس یا تاریخ ہندوستان پھر بھی پلٹا کھا سکتی ہے خدارا بدلئے اور اسلامی انقلاب پیدا کیجئے تعلق مع اللہ میں ہرگز ہی کمی نہ آنے دیجئے ہم قدامت پسند ہیں اور قدامت سے ہی اسلام ترقی کر سکتا ہے ہماری دعا ہے کہ

ع دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

بقیہ: روال دوال

اور انقلاب کے موقع پر وہ آخری مذاکرات کر کے کسی نہ کسی معاہدے پر دستخط کرنے والے تھے جس کے مطابق پارلیمنٹ اور جمہوریت کی بحالی سب سے پہلی شق تھی ۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اصغر خان چونکہ خود فوجی ذہنیت رکھتے ہیں اور ان کی عمر کا بیشتر حصہ فوجی بیرکوں میں حکم اور تعمیل کے جھمیلوں سے گزرا ہے اس لیے جمہوریت اور وہ دو متضاد چیزوں کے نام ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جنرل ضیاء الحق کی تمام جمہوریت کشی "اصلاحات" کو قبول کرنے کیلئے سیاسی جماعتوں کو مجبور کر رہے ہیں ۔ اور انہیں معلوم ہے ملک کی صف اول کی بڑی جماعتیں ان اقدامات کی قطعاً کسی بھی شکل میں حمایت پر آمادہ نہیں ہونگی اور جب بڑی جماعتیں ان اقدامات کی وجہ سے انتخابات میں حصہ نہیں لے سکیں گی تو ظاہر ہے میدان صاف ہے "اندھوں میں کانا راجا" والا حساب ہوگا ۔

اس وقت ملک میں موجود ہر وہ پارٹی جو صدق دل سے جمہوریت کی بحالی چاہتی ہے ۔ جنرل صاحب کے ان جمہوریت کش اقدامات کی سختی سے مخالفت کر رہی ہے اور حیرت ہے جنرل صاحب پر کہ محض انگلیوں پر گنی جانے والی کاغذی جماعتوں کے "رجسٹریشن کا طوق" گلے میں ڈال لینے سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ عوام نے اس قابل نفرین آرڈیننس کو قبول کر لیا ہے حالانکہ ان جماعتوں کی اکثریت ہے جو عوام میں اپنا وجود بھی رکھتی ہیں اور انہوں نے رجسٹریشن بھی نہیں کرائی ۔ ان میں سب سے بڑی سیاسی جماعت تو پاکستان قومی اتحاد ہے جبکہ اس میں ۹ سیاسی جماعتیں شامل ہیں اس کے علاوہ پیپلز پارٹی نیشنل پارٹی ۔ نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی ۔ پختون خواہ نیپ بھی اس مسئلہ پر قومی اتحاد کے ساتھ ہیں ۔ مسلم لیگ چٹھہ گروپ باوجود رجسٹریشن کرانے کے قومی اتحاد کے موقف کی حمایت کر رہی ہے اور قومی اتحاد و پیپلز پارٹی کو انتخابات سے مبینہ طور پر علیحدہ رکھنے کے خلاف احتجاج کے طور پر انتخابی نشان کے لیے نہ درخواست دی ہے اور نہ ہی کسی حلقے سے امیدوار کھڑے کئے ہیں ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رجسٹریشن کے خلاف آواز اٹھانے والی سیاسی جماعتوں کا پلڑا بہرحال بھاری ہے مگر جنرل ضیاء الحق "سب اچھا ہے" کی صدا کے ساتھ ساتھ کاغذی جماعتوں کے "بڑی تعداد" کی حمایت کا مژدہ سن کر اپنے جمہوریت مخالف موقف سے ذرا بھر بھی پیچھے نہیں ہٹ رہے ہیں ۔

اس سے صرف اور صرف ملک کو نقصان پہنچ رہا ہے ۔ جنرل ضیاء الحق بہت بڑے محب وطن ہیں ۔ کیا جان بوجھ کر ان غیر یقینی اور غیر جمہوری طرز عمل اختیار کرنے والی جماعتوں کی پرورش کر رہے ہیں اور اگر ایسا ہی ہے تو انہیں یاد رکھنا چاہیے ۔ عوام کی طاقت عوام کے لیے خدائی عطیہ ہے جس کے سامنے آج تک لاٹھی گولی تو کیا ٹینک اور گنیں بھی نہیں ٹھہر سکتیں ۔

خدا نہ کرے پھر کبھی ایسے حالات پیدا ہوں اور عوام کی بے پناہ طاقت اس "کرسی" کو یوں توڑ دے گی گویا محض ایک کھلونا تھی جس سے بچہ بہت مضبوط سمجھ کر کھیلتا رہتا ہے ۔

جماعت اسلامی نے انتخابی نشان کیلئے درخواست دیکر عملاً اتحاد سے علیحدگی اختیار کرلی ہے

مفتی محمود

ہماری انتہائی خواہش ہے کہ انتخابات ۱۷ نومبر کو ہی ہوں

جماعت اسلامی نے اپنے لیے علیحدہ انتخابی نشان کی درخواست دے کر عملی طور پر پاکستان قومی اتحاد سے علیحدگی اختیار کرلی ہے۔ قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود نے کہا ہے کہ علیحدہ انتخابی نشان مانگنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ جماعت اسلامی کو عام انتخابات کے مسئلہ پر قومی اتحاد کے مؤقف سے اختلاف ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اتحاد میں شامل کسی اور سیاسی جماعت نے ایسا اقدام نہیں کیا۔

مولانا مفتی محمود نے آج دوپہر ڈیرہ اسمٰعیل خان روانہ ہونے سے قبل بتایا کہ اتحاد میں شامل جماعت اگر علیحدگی اختیار کرنا یا ایسے نازک مرحلہ پر قومی اتحاد سے مختلف موقف اختیار کرنا چاہتی ہے تو وہ اس کے لیے آزاد ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے کسی سیاسی جماعت کو اتحاد سے علیحدہ نہیں کیا بلکہ ہم ان جماعتوں کی بھی اتحاد میں واپسی کے خواہاں ہیں جو اتحاد سے الگ ہو چکی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر جماعت اسلامی نے اپنے علیحدہ انتخابی نشان کے ساتھ انتخاب میں حصہ لیا تو ایسا کرنا اتحاد سے علیحدگی کے ہی مترادف ہوگا کیونکہ قومی اتحاد تو صرف انتخابات کے لیے ہی معرض وجود میں آیا تھا اور اس میں شامل جماعتیں اپنے انفرادی انتخابی نشان کے ساتھ الیکشن نہیں لڑ سکتیں مولانا مفتی محمود نے کہا کہ جماعت اسلامی نے قومی اتحاد کے موقف سے واضح طور پر انحراف کیا ہے اور ان کا یہ اقدام عملی طور پر قومی اتحاد سے علیحدگی کے مترادف ہے۔ مولانا مفتی محمود نے کہا کہ اگر رجسٹریشن کے مسئلہ پر حکمرانوں کا مؤقف تبدیل ہو جاتا اور قومی اتحاد کو کل رات یا آج صبح اس کی اطلاع مل جاتی تو قومی اتحاد بھی الیکشن میں حصہ لینے کے مسئلہ پر اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر سکتا تھا۔ انہوں نے کہا قومی اتحاد نے پاکستان کے عوام کے لیے عام انتخابات کا انعقاد ممکن بنایا ہے اور ان کی انتہائی کوشش ہے کہ انتخابات ۱۷ نومبر کو ہی منعقد ہوں۔ انہوں نے کہا کہ رجسٹریشن کے قانون میں تبدیلی نہ ہونے کے باوجود بھی قومی اتحاد نے انتخابی نشان کے لیے درخواست صرف اس لیے دی ہے تاکہ قوم کو یہ تاثر نہ دیا جا سکے کہ قومی اتحاد انتخابات کے لیے تیار نہیں ہے۔ قومی اتحاد میں شامل جماعتوں کے ارکان کو نامزدگی کے کاغذات داخل کرنے کی ہدایت بھی صرف اس لیے کی گئی ہے کہ اگر قومی اتحاد کی رجسٹریشن نہ ہونے کے باعث ان کے نامزدگی کے کاغذات مسترد کر دیئے جائیں تو قومی اتحاد پر یہ الزام نہ آئے کہ اس میں شامل جماعتیں الیکشن کے لیے تیار نہیں تھیں مولانا مفتی محمود نے بتایا کہ جماعت اسلامی کا آج بھی موقف وہی ہے جو گزشتہ رات تھا اور وہ اس امر پر اصرار کر رہے ہیں کہ انہوں نے انتخابی نشان کے لیے درخواست دے کر اور اپنا منشور اور دستور الیکشن کمیشن کو ارسال کر کے رجسٹریشن کے لیے استدعا نہیں کی۔

مفتی محمود کی اقامت گاہ پر آج قومی اتحاد کے رہنماؤں کا ایک غیر رسمی اجلاس ہوا جس میں نوابزادہ نصر اللہ خان محمد اشرف خان اور رانا خداداد نے بھی شرکت۔ اجلاس ختم ہونے کے بعد چند لمحوں کے لیے پروفیسر غفور احمد بھی مولانا مفتی محمود سے ملنے آئے اور واپس منصورہ چلے گئے ہیں جہاں انہوں نے جماعت اسلامی کے مرکزی رہنماؤں کی ایک میٹنگ میں شمولیت کی۔

مولانا مفتی محمود ڈیرہ اسماعیل خان اور خان اشرف خان، نوابزادہ نصر اللہ خان آج ملتان چلے گئے ہیں جہاں وہ اپنے اپنے انتخابی حلقوں سے کاغذات نامزدگی داخل کریں گے۔ مولانا مفتی محمود اپنے بریف کیس میں کاغذات نامزدگی کی خاصی بڑی تعداد لے کر گئے ہیں۔ تاہم روانگی سے قبل ان کا کہنا تھا کہ اگر کل صبح تک رجسٹریشن کے مسئلہ پر حکومت نے قومی اتحاد کا مؤقف مان لیا تو وہ کاغذات نامزدگی داخل کر دیں گے۔

قومی اتحاد کے غیر رسمی اجلاس میں شرکت کرنے والے مسلم لیگی رہنماؤں نے بتایا کہ آج صبح کے اجلاس میں جماعت اسلامی کے رویہ پر تبادلہ خیالات کیا گیا ان رہنماؤں نے بتایا کہ نامزدگی کے کاغذات داخل کرنے کے مسئلہ پر اس وقت قومی اتحاد کی پوزیشن یہ ہے کہ اتحاد سے وابستہ جماعتوں کے جو ارکان کاغذات داخل کر سکتے ہیں ۲۴ اکتوبر تک کر دیں تاہم اس سلسلہ میں

سب سے زیادہ نقصان مسلم لیگ کو پہنچا ہے کیونکہ جماعت اسلامی نے ایک ہفتہ قبل اپنے قومی اور صوبائی امیدواروں کی فہرستوں کو آخری شکل دے دی تھی اور انہوں اب اپنے لیے علیحدہ انتخابی نشان بھی مانگ لیا ہے تاکہ وہ قومی اتحاد سے باہر رہ کر الیکشن لڑ سکیں۔

مسلم لیگی رہنماؤں نے بتایا کہ ان کے صدر پیر پگارہ نے حیدر آباد میں ۲۰ ستمبر کو منعقد ہونے والے انتخابی اجلاس میں واضح طور پر یہ ہدایت کر دی تھی کہ اگر حکومت رجسٹریشن کے مسئلہ پر قومی اتحاد کا موقف تسلیم نہ کرے تو مسلم لیگی ارکان اپنے کاغذات نامزدگی داخل نہ کریں۔ ان رہنماؤں نے بتایا کہ جماعت اسلامی کے علاوہ قومی اتحاد میں شامل جماعتوں کے جو بھی ارکان کاغذات نامزدگی داخل کریں گے ان سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو جماعتی طور پر قومی اتحاد کا امیدوار ظاہر کریں۔

جماعت اسلامی پاکستان کے نائب امیر پروفیسر عبدالغفور نے کراچی روانہ ہونے سے قبل بتایا کہ جماعت اسلامی نے علیحدہ انتخابی نشان کے لیے جو درخواست دی ہے اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ جماعت رجسٹریشن کرانا چاہتی ہے انہوں نے کہا کہ ہم نے جماعت اسلامی کے دستور اور منشور کے ساتھ جو دستاویزات الیکشن کمیشن کے حوالے کی ہیں ان میں پاکستان قومی اتحاد کا منشور اور دستور بھی شامل ہے انہوں نے کہا کہ قومی اتحاد نے بھی ۳۰ ستمبر کو ہی انتخابی نشان کے لیے درخواست دی ہے اور جماعت نے اپنے لیے "ترازو" کا انتخابی نشان مانگا ہے۔ تاہم قانونی تقاضوں کے مطابق جماعت اسلامی نے اپنی درخواست کے ساتھ اپنے صوبائی اور قومی اسمبلی کے امیدواروں کی فہرست منسلک نہیں کی انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی کے امیدواروں سے کہا گیا ہے کہ وہ نامزدگی کے کاغذات میں خود کو قومی اتحاد کا نہیں بلکہ جماعت اسلامی کا امیدوار ظاہر کریں اور انتخابی نشان کے لیے جو درخواست داخل کریں اس میں ترازو کا نشان طلب کریں۔ پروفیسر غفور نے کہا کہ نامزدگی کے کاغذات داخل کرنے کی آخری تاریخ میں توسیع نہ ہونے کی وجہ سے جماعت اسلامی نے جماعتی طور پر الیکشن میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا ہے کیونکہ قومی اتحاد نے رجسٹریشن کے مسئلے پر اپنے موقف سے دستبردار ہونے سے انکار کر دیا حالانکہ متناسب نمائندگی کے مسئلے پر پاکستان قومی اتحاد کا موقف مان لیا گیا تھا پروفیسر غفور احمد نے کہا کہ اگر حکومت کاغذات نامزدگی داخل کرنے کی تاریخ بڑھا دیتی ہے تو اس حالت میں جماعت اسلامی اس امکان پر غور کر سکتی ہے کہ وہ الیکشن کمیشن سے اپنے علیحدہ انتخابی نشان کی درخواست واپس لے لے انہوں نے کہا کہ موجودہ حالات میں جماعت اسلامی بہر صورت عام انتخابات میں حصہ لے گی اور اس مسئلے پر قومی اتحاد کے موقف سے اتفاق نہیں کر سکتی انہوں نے کہا کہ انتخابات متناسب نمائندگی کی بنیاد پر ہو رہے ہیں اور جماعت اسلامی کی مرکزی شوریٰ نے انتہائی سنجیدگی سے ان انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا ہے۔

پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود نے کہا ہے کہ اتحاد آئندہ عام انتخابات میں حصہ لینے کے لیے تیار ہے لیکن حکومت کو چاہیے کہ وہ پہلے سیاسی پارٹیوں کی رجسٹریشن کا ایکٹ واپس لے اور کاغذات نامزدگی داخل کرنے کی تاریخ میں کم از کم ایک ہفتے کی توسیع کرے۔ قومی اتحاد میں شامل پارٹیوں کے سربراہوں کے ایک غیر رسمی اجلاس کے اختتام پر مولانا مفتی محمود نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ قومی اتحاد سیاسی پارٹیوں کے ترمیم شدہ ایکٹ کے تحت رجسٹریشن نہ کرانے کے سلسلے میں اپنے موقف پر قائم رہے گا۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ابھی تک انہیں حکومت کی طرف سے کوئی پیغام موصول نہیں ہوا کیونکہ کابینہ کا اجلاس ابھی جاری ہے ایک اور سوال کے جواب میں قومی اتحاد کے سربراہ نے کہا کہ اگر رجسٹریشن کی شرط ختم کر دی جائے تو اتحاد عام انتخابات میں حصہ لے گا۔

ایک سوال کے جواب میں پروفیسر غفور احمد نے کہا کہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ جماعت اسلامی قومی اتحاد سے علیحدہ ہو رہی ہے یا عملی طور پر علیحدہ ہو چکی ہے ہم اب بھی قومی اتحاد کا ایک حصہ ہیں انہوں نے دعویٰ کیا کہ جماعت اسلامی نے رجسٹریشن اور انتخابی نشان کی درخواست دینے سے قبل اپنے فیصلے سے قومی اتحاد کی مرکزی مجلس عاملہ کو مطلع کر دیا تھا اور یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ جماعت اسلامی ہر صورت میں انتخابات میں حصہ لے گی اور اپنے لیے علیحدہ انتخابی نشان حاصل کرے گی۔

محمد نعیم ترین

علماءِ دیوبندؒ اقبالؒ کی نظر میں

علامہ اقبالؒ ایک حقیقت پسند شخصیت تھے انہیں مسلمانوں سے سچی ہمدردی تھی اور اہل اسلام کی غفلت و خوابیدگی پر وہ انتہائی متفکر تھے اسی بناء پر انہیں ان علماء کرام سے بھی خصوصی لگاؤ تھا جو مسلمانوں میں از سرِ نو اسلامی روح پھونکنے کا کام سرانجام دے رہے تھے اس سلسلہ میں علماء دیو بند کا نام سرفہرست ہے ہم ذیل میں بعض کتب کے حوالہ سے بعض اکابر دیوبند کے متعلق علامہ کے خیالات نقل کرتے ہیں۔

ارباب دیوبند ہوں یا علماء کی کوئی دوسری جماعت، میرے دل میں ان کے جذبۂ آزادی ان کی انگریز دشمنی اور دین کے لیے غیرت وحمیت کی بڑی قدر ہے (اقبال کے حضور صد ۲۹۱) "دیوبند ایک ضرورت تھی اس سے مقصود تھا ایک روایت کا تسلسل، وہ روایت جس سے ہماری تعلیم کا رشتہ ماضی سے قائم ہے (اقبال کے حضور صد ۲۹۳) مولانا سعید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں۔

شاید اس واقعہ کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ حضرت استاذ کا ایک منظوم رسالہ حدوثِ عالم کی بحث پر ہے یہ رسالہ چھپ کر آیا تو اس کا ایک نسخہ حضرت الاستاذ نے ڈاکٹر صاحب مرحوم کے پاس بھی تحفتہً ارسال فرمایا۔

ایک صحبت میں فرمایا کہ میں تو مولانا انور شاہ کا رسالہ پڑھ کر دنگ رہ گیا ہوں کہ رات دن قال اللہ اور قال رسول سے واسطہ رکھنے کے باوجود فلسفہ میں بھی ان کو اس درجہ درک و بصیرت اور اس کے مسائل پر اس قدر گہری نگاہ ہے کہ حدوثِ عالم پر اس رسالہ میں انہوں نے جو کچھ لکھ دیا ہے، حق یہ ہے کہ آج یورپ کا بڑے سے بڑا فلسفی بھی اس مسئلہ پر اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا (سعید احمد اکبر آبادی "اے تو مجموعہ خوبی بچہ نامت خوانم" باب ۶ حیات انور۔

"مولانا انور شاہؒ کی وفات پر مسلمانانِ لاہور کا ایک تعزیتی اجتماع ہوا اس پر خطاب کرتے ہوئے اقبالؒ نے مولانا کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا "اسلام کی ادھر کی پانچ سو سالہ تاریخ شاہ صاحب کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے"

(بیس ۲۰ بڑے مسلمان صد ۳۷۵)

۱۹۳۸ء میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی ایک پبلک تقریر کو بعض اخبارات نے توڑ مروڑ کر پیش کیا علامہ اقبال مرحوم کو چونکہ اصل صورتحال معلوم نہیں تھی اس لیے جذبات کی رو میں انہوں نے حضرت مدنیؒ کے خلاف تحقیق کئے بغیر تین شعر سپردِ قلم کر دیئے۔

عجم ہنوز نداند ...... الخ

لیکن جب ایک مخلص مسلمان علامہ طالوتؒ کی کوشش سے حقیقتِ حال منکشف ہوئی تو علامہ اقبالؒ نے ایڈیٹر "احسان" کے نام ایک تردیدی خط لکھا اس میں وہ لکھتے ہیں:۔

"میں اس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ کو مولانا کے اس اعتراف کے بعد کسی قسم کا کوئی حق اعتراض کرنے کا نہیں رہتا میں مولانا کے ان عقیدتمندوں کے جوشِ عقیدت کی قدر کرتا ہوں جنہوں نے ایک دینی امر کی توضیح کے صلے میں پرائیویٹ خطوط اور پبلک تحریروں میں گالیاں دیں خدائے تعالےٰ ان کو مولانا کی صحبت سے زیادہ مستفید فرمائے۔ نیز ان کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا کی حمیتِ دینی کے احترام میں، میں ان کے کسی عقیدتمند سے پیچھے نہیں ہوں"

ایک مجلس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے علامہ مرحوم سے کہا:۔

"آپ کے لیے عامۃ المسلمین کس طرح تڑپتے ہیں لیکن آپ مجمع میں آتے ہی نہیں؟"

(علامہ نے جواباً کہا)

"نہیں پیر جی، یہ بات نہیں۔ میرا مجمع میری کتابیں ہیں میں ہجوم و افکار میں اس طرح گھرا رہتا ہوں کہ بسا اوقات فرصت کے اوقات ہی عنقا ہو جاتے ہیں"

"ٹھیک ہے مرشد میں نے تو کبھی اپنی کتابوں کی گرد بھی نہیں جھاڑی ہے"

"او شاہ جی تساں تے دلاں تے دماغاں دیاں مٹی جھاڑ دے او" (شاہ جی! آپ تو دلوں اور دماغوں کی گرد جھاڑتے ہیں)

(مطبوعہ سالنامہ "چٹان" ۱۹۶۲ء لاہور)

"حضرت امیں تے مولانا جلال الدین رومیؒ کی مثنوی کو بیداری میں پڑھا ہے اور بار بار پڑھا ہے آپ نے شاید اسے سکر کی حالت میں پڑھا ہے کہ اس میں آپکو وحدت الوجود نظر آتا ہے مولوی اشرف علی صاحب تھانویؒ سے پوچھیے وہ اسکی تفسیر کس طرح بیان کرتے ہیں میں اس بارے میں انہی کا متفق ہوں۔ (مقالات اقبال صد ۱۸۱ بنام خواجہ حسن نظامی)

دو خطروں کا علاج

(تبلیغی جماعت میں کام کرنے والے حضرات کے لیے)

حضرت شیخ التبلیغ مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی دو اہم تقاریر

مرتب کردہ : ——— افتخار فریدی صاحب ———

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

مدنی دعوت و محنت کا نقشہ

یوں سمجھئے کہ ایک محنت ہے!

جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں (صحابہ کرام) نے ایک خاص نقشہ کے ساتھ کیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس محنت کو اُن کے طریقہ پر سیکھیں۔

الحمد للہ! کچھ حضرات نے چند ملکوں میں اس محنت کو سیکھنا شروع کیا ہے لیکن کسی جگہ بھی یہ محنت انتہائی درجوں میں نہیں بلکہ ابتدائی ہے۔ اب اگر اس محنت کو کرنے والے یہ سمجھ بیٹھے کہ اصل پوری محنت یہی ہے تو اصل شکل پر کوئی نہیں پہونچے گا۔ اب جو بھی اسے شروع کرتا ہے وہ یہ سمجھے کہ میری محنت ابتدائی شکل میں ہے اس کو کرتے کرتے اس شکل تک پہونچنا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی چونکہ اس زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم والی محنت زندہ نہیں ہے اس لئے اب جو محنت کر رہا ہے وہ اس کے مقابلہ میں کتنی چھوٹی اور ادنیٰ درجہ میں ہے اس کا اندازہ نہیں کر پاتا۔

لہٰذا اب تو اصل محنت کو دل میں جما کر اور سامنے رکھ کر نیت کرے کہ مجھے اس ابتداء سے ترقی کر کے وہاں تک پہونچنا ہے اب سب سے پہلے اس پر غور کرو اور جانو کہ یہ محنت کیا ہے؟ اور اس کا فائدہ کیا ہے؟ اس محنت کا اصل فائدہ یہ ہے کہ محنت کرنے والوں کو اور ساتھ ساتھ دوسرے انسانوں کو ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

اسلام میں انسانوں کا داخل ہونا اتنا ہی ہوگا جتنی خدا کی طرف سے ہدایت آئے گی۔ لہٰذا اب دین کی محنت و قربانی کی سطح جتنی بلند ہوتی جائے گی اتنی ہی ہدایت کی تقسیم خدا کی جانب سے عام ہوتی جائے گی۔

دین کی محنت و قربانی جب ختم ہو جاتی ہے تو سب سے پہلے ہدایت مسلمانوں میں سے نکلنا شروع ہوتی ہے ابتداءً کاروبار و مشاغل سے ہوتی ہے یعنی کاروبار میں دین کے جو احکامات ہیں مسلمان ان کو چھوڑ کر کفر کے طریقوں سے چلانے لگتے ہیں۔ رزق حلال کے ٹوٹنے کے بعد مسلمان فرائض سے محروم ہوتا ہے اور ہر طرح کی برائیاں اس میں داخل ہونے لگتی ہیں۔ حتیٰ کہ مسلمان مرتد ہونے لگتے ہیں اور یہ اس زمانے میں اس قدر کثرت سے اور اتنی شکلوں سے ہو رہا ہے کہ اس کا احساس اور اس کی تمیز بھی باقی نہیں رہی ہے۔ بظاہر مسلمان نظر آتا ہے لیکن ایمان و اسلام اس کے اندر سے نکل چکا ہوتا ہے۔

اب دین کی محنت و قربانی جب شروع کی جاتی ہے تو ہدایت خدا کی جانب سے آنا شروع ہو جاتی ہے اب جس سطح پر دین کی محنت بڑھے گی اسی درجہ ہدایت پھیلتی چلی جائے گی۔ ہدایت ہی کی ایک سطح یہ ہے کہ مسلمان نماز پڑھنے لگے دوسرے فرائض یعنی زکوٰۃ، حج ادا کرنے لگے جیسا کہ آج کسی درجہ میں یہ ہونے لگا ہے تیسرے یہ کہ کاروبار مال کمانے اور خرچ کرنے میں احکامات کی تعمیل ہونے لگے قربانیوں کی مقدار بڑھے گی تو خدا غیر مسلموں کو بھی ہدایت دینے لگے گا۔

ہدایت کے بقدر دین زندہ ہوگا اور ہدایت محنت کے بقدر آئے گی اب جو مسلمان دین پر نہیں چل رہے بلکہ شرک و کفر عیسائیت و دہریت میں داخل ہو رہے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ دین کی محنت مٹ گئی اب دین کی محنت جتنی جہاں خدا کے بندوں نے شروع کر دی ہے اتنی ہی خدائے پاک نے ہدایت دینا شروع کر دی ہے اور بقدر ہدایت کے دین زندہ ہونا شروع ہو گیا۔ جہاں نمازی بہت کم تھے وہاں نمازی بڑھ گئے ایسے ہی روزہ حج زکوٰۃ کی ادائیگی میں محنت کے بقدر ہدایت نصیب ہوئی ہے۔ جہاں [illegible] کمزور تھے انہیں تقویت ملی، جہاں بالکل نہ تھے وہاں قائم ہوئے، دینی [illegible] جتنی محنت و اخلاص سے تعلیم و تربیت ہونے لگی اسی کے بقدر علمائے حقانی اسلام بن کر نکلنے لگے ہیں لیکن ہدایت ابھی اس سطح پر نہیں آسکی ہے کہ [illegible] کھانا پینا، کاروبار لین دین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈالے ہوئے نقشہ پر آسکیں ابھی ہم مسلمان اس کے محتاج ہیں کہ دین کی محنت کی سطح اتنی بلند ہو جائے کہ پوری زندگی میں اسلامی احکامات پر چلنے کی ہدایت ملے جب مسلمان اس سطح پر پہونچ جائیں گے تو غیر مسلموں کو بھی اسلام کے سمجھنے اور ماننے کی ہدایت نصیب ہوگی اب دین کی محنت کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے ایک محنت کرنے والوں کی مقدار بڑھائی جاتی رہے دوسرے جو مسلمان دین کی محنت کرنے لگیں ان کا محنت کی شکلوں میں ترقی کرنا یہ دو علیحدہ لائنیں ہیں۔ اگر تعداد کے اعتبار سے لاکھوں محنت کرنے والے بن گئے مگر محنت کی سطح ابتدائی درجہ کی تھوڑی تھوڑی ہو تو ہدایت بھی تھوڑی تھوڑی [illegible] آئے گی دین کی محنت کے لئے قربانیوں میں جس قدر اضافہ ہوگا اس کے بقدر مسلمانوں اور غیر مسلموں کو ہدایت ملنے لگے گی۔

ابھی تک جو کام ہو رہا ہے اس کی نوعیت یہ ہے کہ دنیوی مشاغل میں کچھ ہرج اور نقصان وخطرہ پڑے بغیر تھوڑا تھوڑا وقت نکالا جاتا ہے۔ ابھی تک دین کی محنت اس سطح پر نہیں آسکی ہے کہ اس کے لئے کوئی نقصان وخطرہ برداشت کیا جائے۔ اگر اس طرح کی قربانی کوئی کر بھی رہا ہے تو ممکن ہے اس کا اوسط لاکھ میں ایک کا پڑے۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے باطل کے طریقوں اور شکلوں کو پھیلنے کیلئے مال کے نقشے دیئے ہیں۔ اور حق کی راہ کے لیے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے ساتھیوں سے دین کے کاموں اور عملوں کو پھیلانے کے لئے قربانیاں دلوائیں۔ اب جتنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے درجہ کی قربانیاں زندہ ہونگی محنت کی سطح بلند ہوگی۔ اب دین کی محنت کرنے والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کی محنت کی تفصیل جاننے کی ضرورت ہے۔

دین کے ہر کام کرنے والے کو محنت کے اس نقشے کو سامنے رکھ کر وہاں تک پہنچنے کی نیت کرنی چاہئے اگر محنت کرنے والے حضورؐ کی محنت کو سامنے رکھ کر چلتے رہیں گے تو خدا وہاں تک پہونچا ہی دیگا۔ یہ بات خوب روشن ہے کہ سارے عرب میں مدینہ والوں کی محنت سے تبلیغ و دعوت کا کام ہوا۔ اور پورا عرب ہدایت یاب ہوا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے عرب کا رقبہ ہندوستان سے کم نہیں تھا۔ گو آبادی کے برابر نہو۔ دنیوی لائن سے کمائیوں کے جو طریقے رواج پذیر تھے وہ بھی وہاں نہ تھے نہ وہاں کوئی حکومت قائم تھی جس کے دفاتر کے ذریعہ کچھ لوگوں کو روزگار ملتا۔ اس زمانے میں حج وزیارت کیلئے بیت اللہ پر آنے والوں سے بھی بجائے کچھ آمدنی پیدا کرنے کے ان کے کھلانے پلانے ٹھیرانے کی مدارت پر کچھ خرچ کیا جاتا تھا۔ اس زمانے میں حج کا شعبہ بھی کمائی کا شعبہ نہ تھا۔ مدینہ منورہ وطائف کے علاوہ کھیت وباغات بھی نہ تھے تجارتی نظام بھی مکہ وغیرہ کے علاوہ نہ تھا۔ خال خال کھجور وانار، انگور کے باغات اور چند مقامات پر چھوٹے پیمانے پر کچھ تجارت ہوتی تھی غرضکہ اسوقت پورا عرب ننگا بھوکا، پیاسا عرب تھا سب کیلئے نہ کپڑا، نہ کھانا، نہ پانی، نہ مکان حتیٰ کہ پانی اور کھانا بھی ہر ایک کیلئے نہ تھا۔ بھوک کی شدت میں کیڑے اور سانپ بھی کھا جاتے تھے زمین پر پڑا ہوا خون بھی کیسا اور کس جگہ کا ہے بغیر تحقیق چاٹ جاتے تھے۔ اکثر آبادیاں کمائی سے خالی اور بھوک سے بھری ہوئی تھیں۔ اکثر کمائی سے خالی اور بھوک میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس زمانہ کے (امریکہ وروس) قیصر وکسریٰ، رومی ایرانی حکومتوں تک کی ہمت نہیں تھی کہ عربوں پر حکومت کر سکیں اس وقت پٹرول تھا نہ سونا حکومت کرنے کے اخراجات ہی نہیں بلکہ تمام آبادی کے کھلانے پہنانے کا زبردست مسئلہ تھا۔

صرف عرب قبائل کے حملہ آور ہونے کی روک کیلئے جزیرۃ العرب کے کناروں پر روم وایران کی حکومتیں فوجی چھاونیاں رکھتی تھیں اس صورت حال کے سبب عرب بھر میں کوئی نظامِ حکومت نہ تھا جس ملک میں نظام حکومت چلانے کی حکومتوں تک کو ہمت نہ پڑتی تھی اس ملک میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی دعوت اور دین کی محنت کا کام شروع فرمایا۔ مکہ، مدینہ، طائف وغیرہ جو چند مقامات تجارت وزراعت کے مراکز تھے وہ سب حضورؐ کے مقابلہ میں آئے سوائے مدینہ پاک کے دو قبیلے اُوس وخزرج کے علاوہ خوشحال قبیلے تھے سب ہی نے مخالفت۔ یا مقابلہ کیا تمام قبائل اس کے منتظر تھے کہ مکہ والے اسلام لائیں تو ہم بھی قبول کرلیں۔ مکہ والوں نے حضورؐ کی زندگی مبارک کے آخری سال تک مقابلہ کیا تو ایسے حالات میں جتنا کام ہوا تمام کا تمام مدینہ کی پاک بستی کے ان دو قبیلوں سے ہوا۔ اب جہاں بھی کوئی مسلمان اِکّا دکّا ہوتا اسے مدینہ بلا لیا جاتا۔ مدینہ ایسی بستی بن گیا تھا جہاں لوگ خاندان وبرادریاں وقبائل چھوڑ چھوڑ کے آکر بستے رہے جب اپنے قبیلہ سے نکلتے اور مدینہ کی جانب ہجرت کرتے تو خاندان وقبیلہ مال وسامان ان کا چھین لیتا۔ خالی ہاتھ مدینہ پہونچتے، مدینہ والوں کو ان کے رہنے اور کھانے پینے کا انتظام کرنا پڑتا تا اب مدینہ ایسی بستی بن گئی جہاں مقامی اور بیرونی برابر ہوگئے مال ومکان وجائداد میں برابر کے شریک کرلئے گئے قبائل سے آنے والے مہاجر کچھ تو تھے ہی فقیر، کچھ کے کاروبار تجارت لوٹ گئے غرضکہ آنے والے سب ہی فقیر ومحتاج بن کر آئے ان اجڑے ہوئے محتاج وفقیر مہاجر اور ان کا ساتھ دینے والے مدینہ کے اُوس وخزرج جنکو ان کی عجیب وغریب ونرالی نصرت کی بنا پر انصار ہی کے نام سے قیامت تک پکارا جائیگا۔ ان دونوں مہاجر فقراء اور انصار مدینہ کو لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی دعوت ومحنت قائم پانیوں کا کام شروع فرمایا مہاجرین کو کاروبار کرنے سے نہیں روکا گیا جب تک ان کے کاروبار کی شکلیں قائم نہیں آسکیں مدینہ والوں نے ان کی تمام ضروریات مہیا کیں۔

اس وقت معاشی اعتبار سے مہاجر وانصار ایسی حالت کو پہنچ گئے تھے کہ کم از کم دس برس تک اپنے کاروبار جمانے اور زیادہ اخراجات مہیا کرنے کے سبب نہ کوئی دوسرا کام کرسکیں اور نہ اپنے مشغلہ کو چھوڑ کر باہر نکل سکیں تب ہی اپنے حالات کو سنبھال سکتے تھے لیکن حضورؐ نے اس غیر معمولی معاشی بحران کی پرواہ نہ فرما کر ان کو دینی کاموں سے رخصت دینے کے بجائے دعوت ودین کی اپنی پوری محنت اسی مدنی دس سال میں کی اور کرائی اور دین کی محنت کا ایسا عملی نقشہ قائم فرمایا جو قیامت تک کے آنے والوں کیلئے نمونے کا کام دیسکے دین کی محنت کو انسانی زندگی کے تقاضوں یعنے گھر والوں کی پرورش، تجارت وزراعت کو بار بار چھڑوا کر دین کی محنت کے عمل کو آگے بڑھایا اور صحابۂ کرام رضؓ کو ایسی تربیت وتعلیم دی کہ جس وقت اللہ کے راستے میں نکلنے کو کہا جائے اور جتنوں کو اور جس وقت اور جتنی زیادہ سے زیادہ دُور کیلئے کہا جائے اپنی کمائیوں کے مسائل کو چھوڑ اور قربان کر کے نکل جائیں یہاں تک کہ جنکو مغرب کے وقت کہا گیا ان کو شب میں اپنے گھر سونے نہیں دیا گیا جس طرح پکا نمازی اذان کی آواز سن کر تمام کام چھوڑ کر مسجد کی جانب نماز کے لئے چل کھڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح مدینہ کی پاک بستی کے رہنے والے خدا کے دین کے لئے نکلنے کی آواز سن کر گھروں اور کاروبار سے نکل کھڑے ہوتے تھے ایمان کی دعوت کے لئے جب اللہ کے راستے میں نکلنے کی آواز لگتی۔ تو یہ آواز ان کے کانوں میں چاہے اس وقت پڑتی کہ بازار میں سودے خرید رہے ہوں یا دکان کھول رہے ہوتے یا خرید وفروخت کے انتہائی انہماک کے وقت یا کھیتوں کے بونے اور کاٹنے یا کھجوروں کے توڑنے کے وقت یا نکاح وشادی کی

خوشیوں میں لگے ہونے کے وقت یا نکاح کے بعد بیوی کے ساتھ پہلی شب کے وقت یا ان کی عورتوں کے بچہ پیدا ہونے کے وقت یا بیماری کی حالت میں یا گھر والوں اور رشتہ داروں کی موت کے وقت غرضکہ جس وقت جس حالت میں خدا کے راستہ میں نکلنے کی آواز سنتے اس کی ایسی مشق کر لی تھی کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نکل جائیں جو پاس ہوا لے لیا۔ جہاں ضرورت ہوتی چلے گئے جتنے وقت کا تقاضا ہوا گذارا جہاں اور جو جان پر بیتی وہ جھیلی یہ مزاج بن گیا تھا خدا کے راستے میں نکلنے والوں کا۔

غرضکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کے دس سالہ قیام میں دعوت و جہاد کے لئے ڈیڑھ سو چھاعتیں یا لشکر نکلے جن میں پچیس (۲۵) اسفار ایسے ہیں جنمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود تشریف لے گئے ان نکلنے والوں میں کسی میں تیس چالیس ہزار تک نکلے کسی میں تین سو تیرہ نکلے کسی میں دس پندرہ و سات آٹھ نکلے۔ مدت کے اعتبار سے جو وقت لگا وہ بھی چار چھ ماہ سے لے کر چند دنوں تک کے بقدر لگتا رہا۔ اب حساب لگاؤ کہ باہر گذارنے میں ہر آدمی کے حصے میں کتنا وقت پڑا اور سال میں کتنے سفر کئے اگر سب کو جوڑ کر تخمینہ کرو گے تو سال میں چھ سات ماہ کا اوسط ہر آدمی کا باہر کا ہوگا اب اس نقل و حرکت کی کوشش سے جو حضرات ایمان لاتے ان سیکڑوں مقامات کے انسانوں کو دین سیکھنے کے لئے مدینہ آنے کی دعوت دی جاتی اسلامی احکامات مدینہ میں آکر سیکھو چونکہ اسلام کی عملی زندگی عمل کے ماحول سے آئیگی اس زندگی کا ماحول صرف مدینہ منورہ میں تھا اب مدینہ والوں کو اپنے گھروں کے قیام کے زمانے میں باہر سے آنے والوں کو دین سکھانا پڑتا تھا۔ اور کھلانے پلانے اور ٹھیرانے کا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ مدینہ والوں کو خود بھی علم دین سیکھنے کے لئے وقت نکالنا ہوتا تھا خصوصاً قرآن پاک جو مسلسل بذریعہ وحی حضورؐ پر نازل ہو رہا تھا۔

مدینہ والوں سے قیام کے زمانے میں مدینہ کی مساجد کے لئے وقت مانگا جاتا تھا تاکہ ہر مسجد میں دین کے سیکھنے سکھانے کا نظام چوبیس گھنٹے کا قائم رہے اور آنے والوں کو سنبھالا جا تا رہے جو مسلسل آتے رہتے تھے مدینہ والوں نے روزانہ کی زندگی ایسی بنالی تھی کہ اگر دو آدمیوں نے شرکت میں تجارت شروع کی تو باری باری سے کوئی کسی دن کے حساب سے کوئی کسی وقت کے حساب سے مساجد میں وقت دیتے تھے مساجد میں وقت لگانے کا کچھ ایسا انتظام بنالیا تھا کوئی صبح پہونچکر دوپہر تک گذارتا بعد دوپہر اپنا کاروبار دیکھتا کوئی کاروبار صبح سے کر کے شام کو پہونچتا کوئی رات کو عشاء بعد پہونچکر تہجد میں لگا رہتا کچھ اول آدھی شب میں تہجد و تلاوت کر کے سو جاتے، کچھ اول شب میں سو جاتے اور آخر شب میں اٹھکر تہجد میں مشغول ہو جاتے غرضکہ اس طرح مقامی حضرات چوبیسوں گھنٹے مساجد میں موجود ملتے تاکہ جو جس وقت مسافر باہر سے آجائے سنبھالنے والے مسجد کے عمل خاکے میں مشغول و موجود ملیں جس وقت جو آتا اس وقت کے عمل میں اسے شریک کیا جاتا۔ تعلیم و تعلم ذکر و اذکار و تلاوت و تہجد غرضکہ باہر سے آنے والا اپنے کو کسی وقت خالی نہیں سمجھتا۔

اب حساب لگاؤ کہ ہر مدینہ والے کو چھ سات ماہ تو باہر لگانا پڑے۔ اور گھروں کے قیام کے زمانے میں اپنی مساجد میں وقت لگانا پڑا۔ اگر مسجدوں کی باریاں جوڑی جائیں تو وہ بھی تقریباً دو ڈھائی ماہ ہو جاتے تھے اب معاشی و گھریلو ضروریات کے لئے کتنا وقت بچا۔ ہر شخص کا سال کا آدھا باہر لگا سال کا چوتھائی مقامی مساجد کی ڈیوٹیوں میں خرچ ہوا۔ اب کاروبار کے اوقات سال کے چوتھائی حصہ سے زیادہ نہیں رہ سکے اور اخراجات اپنے اور بیرونیوں کے اور باہر کی نقل و حرکت کے کئی گنا زیادہ بڑھ گئے غرضکہ ہر طرف خرچ ہی خرچ تھا اور کمانے کے راستے محدود و مسدود، مدینہ میں زیادہ مقدار غرباء کی تھی ان کے نکلنے کی حالت میں ان کا سفر خرچ ان کے بال بچوں کا خرچ۔ باہر سے جو دین سیکھنے مدینہ میں آتے ان میں خوش حال مالدار حضرات کی بھی مدارات میں دعوتیں کرنا ہوتیں۔ پھر جن علاقوں میں قحط پڑجاتا تھا وہ بھی امداد کے لئے مدینہ پاک آتے ان کی بھی امداد کرنا ہوتی غرضکہ خرچ تو ہر طرح سے بے انتہا بڑھ گیا اور کمائی کی شکلیں جو عام طور پر ہوا کرتی ہیں وہ بھی سب ٹوٹ گئیں تھیں۔ غرضکہ نتیجہ یہ ہوا کہ سفروں میں بھی اور مقام پر بھی رہتے ہوئے فاقے جھیلنے پڑے۔ سردی اور گرمی کی سخت تکالیف اٹھانی پڑیں۔ سفروں میں گرمی اور پیاس کی شدت کی بنا پر بعض اوقات آنکھوں کی روشنیاں جاتی رہیں۔ بھوک کے سبب پیٹوں پر پتھر بندھ گئے۔ بھوک کی شدتوں میں نماز ادا کرتے ہوئے جماعت میں بے ہوش ہو ہو کر گرنے لگے۔ گھروں کے بچے بھوک سے بلکنے لگے ان کے رونے کی آوازیں گھروں سے باہر سنائی دیتیں۔ پہننے کے کپڑے ستر ڈھانکنے کے بقدر نصیب نہیں ہوتے۔ حتی کہ میاں بیوی دونوں کے پاس صرف ایک چادر ہوتی اس کو اوڑھ کر باری باری نماز ادا کرتے جو ننگا رہتا وہ گھر کے کسی کونے بچالے اندھیرے میں چھپتا۔ مُردوں کے کفن کے لئے ایک ایسی چادر جو سر سے پاؤں تک ڈھانپ لے میسر نہیں ہوتی سروں کو چادر سے اور پاؤں گھاس سے چھپائے جاتے غرضکہ اپنا پیٹ کاٹ کاٹ کر مقامی اور بیرونی تقاضوں کو چلایا۔ بچوں کو بھوکا سُلاکر اندھیرے میں خالی ہاتھ و منہ چلا کر جو کچھ ہوا مہمان کو کھلا دیا جسے قیامت تک کے لئے حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں قائم فرما دیا یوثرون علےٰ انفسکم ولو کان بھم خصاصہ۔ جب ایمان کی دعوت کا کام کرنے والوں نے ایمان کے تقاضوں کو کمائیوں اور گھروں کے تقاضوں پر مقدم کر دیا تب حق تعالیٰ شانہٗ نے اس نقشہ سے خوش ہو کر تمام عرب کے بسنے والے قبیلوں کو اسلام میں داخل کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی قربانیوں کی برکت سے ان تمام انسانوں کی تربیت ہو گئی جنکے سنبھالنے کی حکومتوں کو بھی ہمت نہیں تھی۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں دنیا سے تشریف لے گئے جب سارا عرب ہدایت پاکر اسلام سے روشن اور منور ہو گیا تھا اور مدینہ کا ایک ایک گھر مال و سامان سے خالی ہو گیا اور سب فقیر ہو چکے تھے حضورؐ کے تشریف لے جانے کے بعد حق تعالیٰ نے قیامت تک کے آنے والوں کو یہ دکھانے کے لئے کہ ہدایت کا آنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف فرما ہونے پر منحصر نہیں رکھا گیا بلکہ قیامت تک جو بھی حضورؐ والے نقشے کو لے کر اٹھیں گے تو سارے عالم کے خاکے درست ہو جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوتے ہی سارا عرب مکہ مدینہ طائف کے علاوہ مرتد ہو گیا اس وقت خلیفۃ الاول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کے مسلمانوں کو گھروں میں بیٹھنے نہیں دیا بلکہ

ایک دم سب کو باہر نکالا ۔ اس غم کی حالت میں جس سے بڑا غم دنیا میں نہیں آیا حضورؐ کی مفارقت کا غم اور وہ بھوک جس میں دس سال سے تڑپ رہے تھے ۔ اور اس وقت مدینہ میں تین راتیں ایسی گذریں کہ ہر وقت حملہ کا خطرہ تھا اور حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ ایک بھی بالغ مرد مدینہ میں موجود نہ تھا ۔ کئی ہزار تو جیش اُسامہؓ میں ایک ماہ کی مسافت پر شام کو روانہ کئے گئے صرف سوڈیڑھ سو جو باقی بچے تھے انہیں قرب و جوار کے مرتد قبائل کے مقابلہ کے لئے نکال دیا گیا ۔ ظاہر کے اعتبار سے نکلنے کا موقعہ بالکل نہ تھا محض تعمیل امر امیر کے جذبہ سے نکل گئے تب اللہ رب العزت نے اس محنت و قربانی کی پوری دنیا کو قیمت کھائی ۔ عرب بھر کا ایک بچہ بھی اسلام سے باہر نہیں رہا اور سارا عالم ہدایت یاب ہوگیا ۔ فتنۂ ارتداد کے مٹانے میں صرف ایک ماہ صرف ہوا ۔ اور وہ مرتد قبائل نہ ہی نہیں کہ لوٹ آئے بلکہ ایمان کی دعوت کی محنت و قربانی پر ٹوٹ پڑے بعض ، بعض قبائل کا تو ایک بچہ بھی شہادت سے نہیں بچ سکا اور بعض کا صرف ایک لڑکا باقی رہا جس کے لئے کہا گیا کہ شاید اس قبیلہ کا نشان و نسل اسی سے باقی رہ سکے ۔

در اصل اسلام کی دعوت و محنت کا نقشہ یہ ہے اب جب بھی اس محنت کو جو جس درجہ میں اختیار کرے گا اس کے نتائج کی کامیابی اپنی آنکھوں سے دیکھے گا ۔ (اس زمانے کے دین کا کام کرنے والے اس نقشہ کی روشنی میں اپنے کام کا جائزہ لیں ۔)[1] اب آپ خیال فرمائیں کہ اس محنت میں اور آپ کی محنت میں کتنا فرق ہے (اثرات بھی[2] اسی کے اعتبار سے ہیں) جب آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کی محنت و قربانی کے نقشے کو سامنے رکھ کر اور اسے اصل سمجھ کر آگے بڑھتے رہو گے اور یہ عزم کرو گے کہ پوری پوری جان و مال لگانا ہو الا بناء یہ وہ سب کچھ اس زمانے میں بھی ہو جائے گا جو اُس وقت ہوا زندگی مختصر سی ہے اس میں سے تھوڑا وقت دنیاوی ضرورتوں پر لگاؤ باقی تمام پورا وقت دین کی محنت پر صرف کریں اپنے ذہن میں محنت کا وہ نقشہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بدنوں سے نکلا اور ان کے جسم و روح کے انوار اس قربانی میں بھرے ہوئے ہیں اب دین کے کام کرنے والوں میں جتنی یہ قربانی پیدا ہوگی اسی کے بقدر حق تعالیٰ کی جانب سے ہدایت اترے گی ۔

یہ تصور کہ دین مالوں سے پھیلے گا یہ باطل کا تصور ہے بلکہ دین کی محنت سے کمائیوں کے کھاتے میں جو نقصانات اور کمیاں آئیں گی اس قربانی سے دین پھیلے گا جب یہ قربانیاں درجہ کمال تک پہونچیں گی تو ان قوموں کو آپ کے ذریعہ ہدایت ملے گی جو آسمان پر جا رہی ہیں اور ہم غریبوں کی طرف نظر بھی نہیں اٹھاتیں ۔

دین کے تمام کام کرنے والوں کو اپنے کام پر بے فکر اور مطمئن نہ ہوتے ہوئے ایمان و احتساب کی ضرورت ہے ۔ وہ مسلمان جو زندگی کے کسی شعبہ میں اسلام کی بات سننے کو تیار نہیں ہیں وہ اسلام کے احکامات کے آگے سر جھکا دیں گے اور آپ حضرات کی قربانیوں کا صلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر کھڑے ہو کر دلوائیں گے ۔ جہاں آپ نے انصار مدینہ سے ملنے اور ان کی قربانیوں کا بدلہ دلوانے کا وعدہ فرمایا ہے بشرطیکہ یہ طے کر لو کہ خدا جو کچھ ان محنتوں کی قربانیوں سے دے گا وہ دوسروں کو حاصل کر کے دیں گے خود نہیں لیں گے اس طرح سے کرنے والوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کی جھلک پائی جائے گی چونکہ آپ قربانیوں کے وقت صحابہ کرام کے ساتھ تھے اور جب قیصر و کسریٰ کے خزانے اور دنیا کی نعمتیں ملنے کا وقت آیا تو آپ تشریف لے جا چکے تھے ۔

جب بادشاہوں کے محلات رہنے کو اور باغات سیر و تفریح کے لئے اور ان کی بیٹیاں شادیاں کرنے کو ملیں تو اس عیش و راحت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے شریک نہ تھے ۔" فقط

(اُمّت پنا)

مسلمانوں کو اُمّت بننے کی دعوت

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے وصال سے تین دن پہلے یعنی ۲۶ ذیقعدہ مطابق ۳۰ مارچ ۱۹۶۵ء منگل کے دن ، بعد نماز فجر ، رائیونڈ (ضلع لاہور) میں ایک اہم تقریر فرمائی تھی ۔ یہ آپ کی زندگی کی ایک اہم آخری تقریر تھی ۔

" دیکھو میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے ۔ ساری رات مجھے نیند نہیں آئی اس کے باوجود ضروری سمجھ کے بول رہا ہوں ، جو سمجھ کے عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے چمکائے گا ، ورنہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارے گا "

یہ اُمّت بڑی مشقت سے بنی ہے ۔ اس کو اُمّت بنانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے بڑی مشقتیں اُٹھائی ہیں اور اُن کے دشمن یہود و نصاریٰ نے ہمیشہ اس کی کوششیں کی ہیں کہ مسلمان ایک اُمّت نہ رہیں ۔ بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہوں ، اب مسلمان اپنا اُمّت پنا (یعنی اُمّت ہونے کی صفت) کھو چکے ہیں ۔ جب تک یہ اُمّت بنے ہوئے تھے چند لاکھ ساری دنیا پر بھاری تھے ۔ ایک پکا مکان نہیں تھا ، مسجد تک پکی نہیں تھی ۔ مسجد میں چراغ تک نہیں جلتا تھا ، مسجد نبویؐ میں ہجرت کے نویں سال چراغ جلا ہے ۔ سب سے پہلا چراغ جلانے والے تمیم داریؓ ہیں وہ ۹ھ میں اسلام لائے ہیں اور ۹ھ تک قریب قریب سارا عرب اسلام میں داخل ہو چکا تھا ۔ مختلف قبیلے ، مختلف زبانیں ، مختلف قبیلے ایک اُمّت بن چکے تھے تو جب یہ سب کچھ ہو گیا ۔ اس وقت مسجد نبوی میں چراغ جلا ، لیکن حضور جو نور ہدایت لے کر تشریف لائے تھے وہ پورے عرب میں بلکہ اس کے باہر بھی پھیل چکا تھا اور اُمّت بن چکی تھی ۔ پھر یہ اُمّت دنیا میں اُٹھی ۔ جدھر کو نکلی مُلک کے مُلک پیروں میں گر رہے ۔ یہ اُمّت اس طرح بنی تھی کہ ان کا کوئی آدمی اپنے خاندان ، اپنی برادری ، اپنی پارٹی ، اپنی قوم ، اپنے وطن ، اپنی زبان کا حامی نہ تھا ۔ مال و جائیداد اور بیوی بچوں کی طرف دیکھنے والا بھی نہ تھا ۔ بلکہ ہر آدمی صرف یہ دیکھتا تھا کہ اللہ اور رسولؐ کیا فرماتے ہیں ۔ اُمّت جب ہی بنتی ہے جب اللہ اور رسولؐ کے حکم کے مقابلے

[1] از مرتب   [2] از مرتب ۔

میں سارے رشتے اور تعلقات کٹ جائیں۔ جب مسلمان ایک اُمت تھے تو ایک مسلمان کے کہیں قتل ہو جانے سے ساری اُمت ہل جاتی تھی۔ اب ہزاروں لاکھوں گلے کٹتے ہیں اور کانوں پر جُوں نہیں رینگتی۔

اُمت کسی ایک قوم اور ایک علاقے کے رہنے والوں کا نام نہیں ہے بلکہ سیکڑوں ہزاروں قوموں اور علاقوں سے جُڑ کر اُمت بنتی ہے۔ جو کسی ایک قوم اور ایک علاقے کو اپنا سمجھتا ہے اور دوسروں کو غیر سمجھتا ہے وہ اُمت کو ذبح کرتا ہے۔ اور اُس کے ٹکڑے کرتا ہے اور حضور ؐ اور صحابہ رضؓ کی محنتوں پر پانی پھیرتا ہے۔ اُمت کو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پہلے خود ہم نے ذبح کیا ہے۔ یہود و نصاریٰ نے تو اس کے بعد کٹی کٹائی اُمت کو کاٹا ہے۔ اگر مسلمان اب پھر اُمت بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں بھی مل کر اُن کا بال بیکا نہیں کر سکیں گی۔ ایٹم بم اور راکٹ ان کو ختم نہیں کر سکیں گے، لیکن اگر وہ قومی اور علاقائی عصبیتوں کی وجہ سے باہم اُمت کے ٹکڑے کرتے رہے تو خدا کی قسم تمہارے ہتھیار اور تمہاری فوجیں تم کو نہیں بچا سکیں گی۔

مسلمان ساری دنیا میں اس لئے پِٹ رہا اور مر رہا ہے کہ اُس نے اُمت پنے کو ختم کر کے حضور ؐ کی قربانی پر پانی پھیر دیا ہے۔ میں یہ دل کے غم کی باتیں کہہ رہا ہوں۔ ساری تباہی اس وجہ سے ہے کہ اُمت اُمت نہ رہی بلکہ یہ بھی بھول گئے کہ اُمت کیا ہے اور حضور ؐ نے کس طرح اُمت بنائی تھی؟

اُمت ہونے کے لئے اور مسلمانوں کے ساتھ خدائی مدد ہونے کے لئے صرف یہ کافی نہیں ہے کہ مسلمانوں میں نماز ہو، ذکر ہو، مدرسہ ہو، مدرسہ کی تعلیم ہو، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا قاتل ابن ملجم ایسا نمازی اور ایسا ذاکر تھا کہ جب اس کو قتل کرتے وقت غصہ میں بھرے لوگوں نے اس کی زبان کاٹنی چاہی تو اُس نے کہا سب کچھ کرلو، لیکن میری زبان مت کاٹو تاکہ زندگی کے آخری سانس تک میں اس سے اللہ کا ذکر کرتا رہوں۔ اس کے باوجود حضور ؐ نے فرمایا کہ علی رضؓ کا قاتل میری اُمت کا سب سے زیادہ شقی اور بدبخت ترین آدمی ہوگا اور مدرسہ کی تعلیم تو ابوالفضل اور فیضی نے بھی حاصل کی تھی اور ایسی حاصل کی تھی کہ قرآن پاک کی تفسیر بے نقط لکھ دی۔ حالاں کہ انھوں نے ہی اکبر کو گمراہ کر کے دین کو برباد کیا تھا۔ تو جو باتیں ابن ملجم اور ابوالفضل اور فیضی میں تھیں وہ اُمت بننے کے لئے اور خدا کی غیبی نصرت کے لئے کیسے کافی ہو سکتی ہیں؟

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ اور اُن کے ساتھی دینداری کے لحاظ سے بہترین مجموعہ تھے۔ وہ جب سرحدی علاقے میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں نے ان کو اپنا بڑا بنالیا تو وہاں کے کچھ مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات آ گئی کہ یہ دوسرے علاقے کے لوگ ان کی بات یہاں کیوں چلے۔ انھوں نے ان کے خلاف بغاوت کرائی۔ ان کے کتنے ہی ساتھی شہید کر دیئے گئے۔ اور اس طرح خود مسلمانوں نے، علاقائی بنیاد پر اُمت پنے کو توڑ دیا۔ اللہ نے اس کی سزا میں انگریزوں کو مسلط کیا۔ یہ خدا کا عذاب تھا۔

یاد رکھو میری قوم اور میرا علاقہ اور میری برادری یہ سب اُمت کو توڑنے والی باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یہ باتیں اتنی ناپسند ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضؓ جیسے بڑے صحابی سے اس بارے میں جو غلطی ہوئی (جو اگر دب نہ گئی ہوتی تو اس کے نتیجے میں انصار اور مہاجرین میں تفریق ہو جاتی) اس کا نتیجہ حضرت سعد رضؓ کو دنیا ہی میں بھگتنا پڑا۔ روایات میں یہ ہے کہ ان کو جنات نے قتل کر دیا اور مدینہ میں یہ آواز سُنائی دی اور بولنے والا کوئی نظر نہ آیا۔[1]

اس واقعہ نے ثابت کر دیا اور سبق دیا کہ اچھے سے اچھا آدمی بھی اگر قومیت یا علاقے کی بنیاد پر اُمت پنے کو توڑے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو توڑ کے رکھ دے گا۔

اُمت جب بنے گی جب اُمت کے سب طبقے بلا تفریق اُس کام میں لگ جائیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دے کے گئے ہیں اور یاد رکھو اُمت پنے کو توڑنے والی چیزیں معاشرت اور معاملات کی خرابیاں۔ ایک فرد یا طبقہ جب دوسرے کے ساتھ ناانصافی اور ظلم کرتا ہے اور اس کا پورا حق اس کو نہیں دیتا یا اس کو تکلیف دیتا ہے یا اس کی تحقیر اور بے عزتی کرتا ہے تو تفریق پیدا ہوتی ہے اور اُمت پنا ٹوٹتا ہے، اس لئے میں کہتا ہوں کہ صرف کلمہ اور تسبیح سے اُمت نہیں بنے گی۔ اُمت معاملات اور معاشرت کی اصلاح سے اور سب کا حق ادا کرنے اور سب کا اکرام کرنے سے بنے گی بلکہ جب بنے گی، جب دوسروں کے لئے اپنا حق اور اپنا مفاد قربان کیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ نے اپنا سب کچھ قربان کر کے اور اپنے پر تکلیفیں جھیل کے اس اُمت کو اُمت بنایا تھا۔ حضرت عمر رضؓ کے زمانے میں ایک دن لاکھوں کروڑوں روپے آئے۔ ان کی تقسیم کا مشورہ ہوا۔ اُس وقت اُمت بنی ہوئی تھی۔ یہ مشورہ کرنے والے کسی ایک ہی قبیلے یا ایک ہی طبقے کے نہ تھے بلکہ مختلف طبقوں اور قبیلوں کے وہ لوگ تھے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے اعتبار سے بڑے اور خواص سمجھے جاتے تھے، انہوں نے مشورے سے باہم طے کیا کہ تقسیم اس طرح پر ہو کہ سب سے زیادہ [illegible] کے قبیلے والوں کو دیا جائے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضؓ کے قبیلے والوں کو، پھر حضرت عمر رضؓ کے قبیلے والوں کو۔ اس طرح حضرت عمر رضؓ کے اقارب تیسرے نمبر پر آتے۔ جب یہ بات حضرت عمر رضؓ کے سامنے رکھی گئی تو آپ نے اس مشورے کو قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ اس اُمت کو جو کچھ ملا ہے اور مل رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اور آپ ؐ کے صدقہ میں مل رہا ہے، اس لئے بس حضور ؐ کے تعلق کو ہی معیار بنایا جائے جو نسب میں آپ کے زیادہ قریب ہوں ان کو زیادہ دیا جائے جو دوم، سوم، چہارم نمبر ہوں ان کو اسی نمبر پر رکھا جائے۔ اس طرح سب سے زیادہ بنی ہاشم کو دیا جائے۔ اس کے بعد بنی عبد مناف کو، پھر قُصیّ کی اولاد کو، پھر کلاب

[1] قتلنا سیّد الخزرج سعد بن عبادہؓ ۞ رمیناہ بسہم فلم یخط فوادہ

[1] ہم نے قبیلۂ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو ہلاک کر دیا۔ ہم نے اسکو تیر کا نشانہ بنایا جو ٹھیک اس کے دل پر لگا۔

کو، پھر کعب کو، پھر مرہ کی اولاد کو۔ اس حساب سے حضرت عمرؓ کا قبیلہ بہت پیچھے پڑ جاتا تھا اور اس کا حصہ بہت کم ہو جاتا تھا، مگر حضرت عمرؓ نے یہی فیصلہ کیا اور مال کی تقسیم میں اپنے قبیلے کو اتنے پیچھے ڈال دیا۔ اس طرح بنی تھی یہ اُمت۔

اُمت بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سب کی یہ کوشش ہو کہ آپس میں جوڑ ہو پھوٹ نہ پڑے۔ حضورؐ کی ایک حدیث کا مضمون ہے کہ قیامت میں ایک آدمی لایا جائے گا جس نے دنیا میں نماز، روزہ، حج، تبلیغ، سب کچھ کیا ہوگا، مگر وہ عذاب میں ڈالا جائے گا۔ کیوں کہ اُس کی کسی بات نے اُمت میں تفریق ڈالی ہوگی۔ اُس سے کہا جائے گا پہلے اپنے اس ایک لفظ کی سزا بھگت لے، جس کی وجہ سے اُمت کو نقصان پہنچا۔ اور ایک دوسرا آدمی ہوگا جس کے پاس نماز، روزہ، حج وغیرہ کی بہت کمی ہوگی اور وہ خدا کے عذاب سے بہت ڈرتا ہوگا، مگر اس کو بہت ثواب سے نوازا جائے گا۔ وہ خود پوچھے گا کہ یہ کرم میرے کس عمل کی وجہ سے ہے۔ اس کو بتایا جائے گا کہ تُو نے فلاں موقع پر ایک بات کہی تھی جس سے اُمت میں پیدا ہونے والا ایک فساد رُک گیا اور بجائے توڑ کے جوڑ پیدا ہو گیا۔ یہ سب تیرے اسی لفظ کا صلہ اور ثواب ہے۔

اُمت کے بنانے اور بگاڑنے، توڑنے اور جوڑنے میں سب سے زیادہ دخل زبان کا ہوتا ہے۔ یہ زبان دلوں کو جوڑتی بھی ہے اور پھاڑتی بھی ہے۔ زبان سے ایک بات غلط اور فساد کی نکل جاتی ہے اور اس پر لاٹھی چل جاتی ہے اور پورا فساد کھڑا ہو جاتا ہے اور ایک ہی بات جوڑ پیدا کر دیتی ہے اور پھٹے ہوئے دلوں کو ملا دیتی ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ زبانوں پر قابو ہو اور یہ جب ہو سکتا ہے کہ بندہ ہر وقت اس کا خیال رکھے کہ خدا ہر وقت اور ہر جگہ اس کے ساتھ ہے۔ اور اس کی ہر بات کو سُن رہا ہے۔

مدینہ میں انصار کے دو قبیلے تھے اوس اور خزرج۔ ان میں پشتوں سے عداوت اور لڑائی چلی آ رہی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے اور انصار کو اسلام کی توفیق ملی تو حضورؐ کی اسلام کی برکت سے ان کی پشتوں کی لڑائیاں ختم ہو گئیں اور اوس و خزرج شیر و شکر ہو گئے۔ یہ دیکھ کر یہودیوں نے اسکیم بنائی کہ کس طرح ان کو پھر سے لڑایا جائے۔ ایک مجلس میں جس میں قبیلوں کے آدمی موجود تھے، ایک سازشی آدمی نے اُن کی پرانی لڑائیوں سے متعلق کچھ شعر پڑھ کے اشتعال پیدا کر دیا۔ پہلے تو زبانیں ایک دوسرے کے خلاف چلیں پھر دونوں طرف سے ہتھیار نکل آئے۔ حضورؐ سے کسی نے جا کر کہا آپ فوراً تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے ہوتے ہوئے تم آپس میں خون خرابہ کرو گے۔ آپؐ نے بہت مختصر مگر درد سے بھرا ہوا خطبہ دیا۔ دونوں فریقوں نے محسوس کر لیا کہ ہمیں شیطان نے ورغلایا، دونوں روئے اور گلے ملے اور یہ آیتیں نازل ہوئیں: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ط الخ

"اے مسلمانو! خدا سے ڈرو جیسا اُس سے ڈرنا چاہئے اور مرتے دم تک پورے پورے مسلم اور خدا کے فرماں بردار بندے بنے رہو۔" جب آدمی ہر وقت خدا کا خیال رکھے گا، اُس کے قہر و عذاب سے ڈرتا رہے گا اور ہر دم اُس کی تابعداری کرے گا تو شیطان کبھی اُسے نہیں بہکا سکے گا اور اُمت پھوٹ سے اور ساری خرابیوں سے محفوظ رہے گی۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا۔" اور اللہ کی رسی کو یعنی اس کی کتاب پاک اور اس کے دین کو سب مل کر مضبوطی کے ساتھ تھامے رہو یعنی پوری اجتماعیت کے ساتھ اور اُمت پنے کی صفت کے ساتھ سب مل جُل کر دین کی رسی کو تھامے رہو اور اُس میں لگے رہو اور قوم کی بنیاد پر یا علاقے کی بنیاد پر یا کسی اور بنیاد پر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو اور اللہ کے اس احسان کو نہ بھولو کہ اُس نے تمہارے دلوں کی وہ عداوت اور دشمنی ختم کر کے جو پشتوں سے تم میں چلی آ رہی تھی، تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کر دی اور تمہیں باہم بھائی بھائی بنا دیا اور تم آپس میں لڑتے وقت دوزخ کے کنارے پر کھڑے تھے، بس گرنے ہی والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تھام لیا اور دوزخ سے بچا لیا۔

شیطان تمہارے ساتھ ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہو جس کا موضوع ہی بھلائی اور نیکی کی طرف بلانا اور ہر برائی اور ہر فساد سے روکنا ہو۔ وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ط وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" اُمت میں ایک گروہ وہ ہو جس کا کام اور موضوع ہی یہ ہو کہ وہ دین کی طرف اور ہر قسم کے خیر کی طرف بلائے۔ ایمان کے لئے اور خیر اور نیکی کے راستے پر چلنے کے لئے محنت کرتا رہے۔ نمازوں پر محنت کرے ذکر پر محنت کرے۔ برائیوں اور معصیتوں سے بچانے کے لئے محنت کرے اور ان محنتوں کی وجہ سے اُمت ایک ہی اُمت بنی رہے۔

وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ الْبَیِّنٰتُ ط وَاُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ" جو لوگ ان ہدایتوں کے بعد بھی شیطان کی پیروی کر کے اور الگ الگ راہوں پر چل کے اختلاف پیدا کریں گے اور اُمت کے اُمت پنے کو توڑیں گے تو اُن پر خدا کی سخت مار پڑے گی۔ (اولٰٓئک لھم عذاب عظیم)

دین کی ساری چیزیں تعلیم اور جوڑنے والی اور جوڑنے کے لئے ہیں۔ نماز میں جوڑ ہے، روزہ میں جوڑ ہے، حج میں، قوموں اور مُلکوں اور مختلف زبانوں کا جوڑ ہے۔ تعلیم کے حلقے جوڑنے والے ہیں۔ مسلمانوں کا اکرام اور باہم محبت اور تحفہ تحائف کا لین دین یہ سب جوڑنے والی اور جنت میں لے جانے والی چیزیں ہیں، اور قیامت میں ان اعمال کے لئے محنتیں کرنے والوں کے چہرے نورانی ہوں گے اور ان کے برخلاف باہم بُغض و حسد، غیبت، چُغل خوری، توہین و تحقیر اور دل آزاری یہ سب پھوٹ ڈالنے والے اور توڑنے والے اور دوزخ میں لے جانے والے اعمال ہیں اور ان اعمال والے آخرت میں روسیاہ ہوں گے۔

یَّوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ ط فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْھُھُمْ اَکَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ ○ وَاَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْھُھُمْ فَفِیْ رَحْمَۃِ اللّٰہِ ط ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ط" جنہوں نے پھوٹ ڈال کے اور

پھوٹ والے اعمال کر کے اُمّت کو توڑا ہوگا، وہ قیامت کے دن قبروں سے کالے منہ اُٹھیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ تم نے ایمان و اسلام کے بعد کفر والوں کا طریقہ اختیار کیا، اب تم یہاں دوزخ کا عذاب چکھو اور جو ٹھیک راستے پر چلتے رہے ہوں گے، اُن کا چہرہ نورانی اور چمکتا ہوا ہوگا اور وہ ہمیشہ اللہ کی رحمت میں اور جنّت میں رہیں گے۔

میرے بھائیو دوستو! یہ سب آیتیں اُس وقت اُتری تھیں، جب یہود نے انصار میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ اور اُن کے دو قبیلوں کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کر دیا تھا۔ ان آیتوں میں مسلمانوں کی باہمی پھوٹ اور لڑائی کو کفر کی بات کہا گیا ہے اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ آج ساری دنیا میں اُمّت پنا توڑنے کی محنت چل رہی ہے۔ اِس کا علاج اور توڑ یہی ہے کہ تم اپنے کو حضورؐ والی محنت میں لگا دو، مسلمانوں کو مسجدوں میں لاؤ۔ وہاں ایمان کی باتیں ہوں، تعلیم اور ذکر کے حلقے ہوں، دین کی محنت کے مشورے ہوں، مختلف طبقوں کے اور مختلف برادریوں کے اور زبانوں والے لوگ مسجدِ نبویؐ کے طریقے پر ان کاموں میں جُڑیں، تب اُمّت پنا آئے گا۔ ان باتوں سے بچیں، جن سے شیطان کو پھوٹ ڈالنے کا موقع ملے۔ جب تین بیٹھیں تو اس کا خیال رکھیں کہ چوتھا ہمارے ساتھ اللہ ہے۔ چار پانچ بیٹھیں تو ہمیشہ یاد رکھیں کہ پانچواں یا چھٹا اللہ ہمارے ساتھ ہی موجود ہے اور وہ ہماری ہر بات سُن رہا ہے اور دیکھ رہا ہے کہ ہم اُمّت بنانے کی بات کر رہے ہیں یا اُمّت پنا توڑنے کی۔ ہم کسی کی غیبت یا چغلخوری تو نہیں کر رہے، کسی کے خلاف سازش تو نہیں کر رہے۔ یہ اُمّت حضورؐ کے خون اور فاقوں سے بنی تھی۔ اب ہم اپنی معمولی معمولی باتوں پر اُمّت کو توڑ رہے ہیں۔ یاد رکھو! نمازِ جمعہ چھوڑنے پر بھی اتنی پکڑ نہیں ہوگی جتنی اُمّت کے توڑنے پر ہوگی۔ اگر مسلمانوں میں اُمّت پنا آ جائے تو وہ دنیا میں ہرگز ذلیل نہ ہوں گے۔ رُوس اور امریکہ کی طاقتیں بھی اُن کے سامنے جھکیں گی اور اُمّت پنا جب آئے گا جب "اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ" پر مسلمانوں کا عمل ہو۔ یعنی ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے مقابلے میں چھوٹا بننے اور ذلّت و تواضع اختیار کرنے کو اپنائے۔ تبلیغ میں اسی کی مشق کرنی ہے۔ جب مسلمانوں میں "اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ" والی صفت آ جائے گی تو وہ دنیا میں "اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ" یعنی کافروں کے مقابلے میں زبردست اور غالب ضرور ہوں گے۔ چاہے وہ کافر یورپ کے ہوں یا ایشیا کے۔

میرے بھائیو دوستو! اللہ اور رسولؐ نے ان باتوں سے شدّت اور سختی سے منع فرمایا ہے جن سے دلوں میں فرق پڑے اور پھوٹ کا خطرہ بھی ہو۔ دو دو چار چار الگ کانا پھوسی کریں۔ اس سے شیطان دلوں میں بدگمانی پیدا کر سکتا ہے۔ اس سے منع فرمایا گیا اور اس کو شیطانی کام بتایا گیا ہے "اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ"۔ اسی طرح تحقیر اور استہزاء اور تمسخر سے منع فرمایا گیا۔ "لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ" اس سے بھی منع فرمایا گیا ہے کہ دوسرے کی کوئی بُرائی جو معلوم نہ ہو، اس کو تجسس کر کے معلوم کیا جائے اور جو بُرائی کسی کو معلوم ہو گئی ہو، اُس کو دوسروں کے سامنے ذکر کرنے سے منع فرمایا گیا اور غیبت کو حرام کیا گیا۔ غیبت اس کا نام ہے کہ جو واقعی بُرائی کسی کی معلوم ہو اُس کا ذکر کسی سے کیا جائے۔ "وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا" یہ تحقیر اور تمسخر اور تجسّس اور غیبت سب وہ چیزیں ہیں جو آپس میں تفرقہ پیدا کر کے اُمّت پنے کو توڑتی ہیں، ان سب کو حرام قرار دیا گیا اور ایک دوسرے کا اکرام و احترام کرنا جس سے اُمّت جُڑتی بنتی ہے۔ اس کی تاکید فرمائی گئی اور دوسروں سے اپنا اکرام چاہنے سے منع کیا گیا۔ کیوں کہ اس سے اُمّت بنتی نہیں بگڑتی ہے۔ اُمّت جب بنے گی جب ہر آدمی یہ طے کرے کہ میں عزّت کے قابل نہیں ہوں، اس لئے مجھے عزّت لینی نہیں بلکہ دوسروں کی عزّت کرنی ہے۔ اور دوسرے سب لوگ اس قابل ہیں کہ میں ان کی عزّت کروں، ان کا اکرام کروں۔

اپنے نفسوں اور اپنی ذاتوں کو قربان کیا جائے گا تو اُمّت بنے گی اور اُمّت بنے گی تو عزّت ملے گی۔ عزّت اور ذلّت روس اور امریکہ تک کے نقشوں میں نہیں ہے، خدا کے ہاتھ میں ہے اور اُس کے یہاں اصول اور ضابطہ ہے۔ جو شخص یا قوم، خاندان، طبقہ چمکانے والے اصول اور اعمال لائے گا اس کو چمکائیں گے جو مٹنے والے کام کرے گا اس کو مٹا دیں گے۔ یہود نبیوں کی اولاد ہیں۔ اصول توڑے تو اللہ نے ٹھوکر مار کے ان کو توڑ دیا صحابہ کرامؓ بُت پرستوں کی اولاد تھے، اُنہوں نے چمکانے والے اصول اختیار کئے تو اللہ نے ان کو چمکا دیا۔ اللہ کی رشتہ داری کسی سے نہیں۔ اس کے ہاں اصول اور ضابطہ ہے۔

دوستو! اپنے کو اس محنت پر جھونک دو کہ ۔۔۔ کی اُمّت میں اُمّت پنا آ جائے۔ اس میں ایمان و یقین آ جائے۔ یہ ذکر و تسبیح اور تعلیم والی، خدا کے سامنے جھکنے والی، خدمت کرنے والی، برداشت کرنے والی، دوسروں کا اعزاز و اکرام کرنے والی اُمّت بن جائے۔ نجویٰ نہ کرنے والی، اپنے بھائیوں اور ساتھیوں کی تحقیر اور تمسخر اور تجسّس و غیبت نہ کرنے والی اُمّت بن جائے۔ اگر کسی ایک علاقے میں بھی یہ محنت اس طرح ہونے لگے جس طرح ہونی چاہیئے تو ساری دنیا میں بات چل پڑے۔

اب اس کا اہتمام کرو کہ مختلف قوموں، علاقوں اور طبقوں اور مختلف زبان والوں کو جوڑ جوڑ کر جماعتوں میں بھیجو اور اُصول کی پابندی کراؤ۔ پھر انشاء اللہ اُمّت بننے والا کام ہوگا اور شیطان اور نفس، خدا نے چاہا تو کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔

اس کے بعد حضرت مولانا نے دیہات میں محنت کرنے اور فضا بنانے پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا اور حسبِ معمول دُعا پر تقریر ختم ہوئی۔

قارئین حضرات متوجہ ہوں

ایڈیٹر کے نام خطوط کے صفحہ پر صرف وہی خطوط شائع کیے جاتے ہیں جو صاف اور کاغذ کے ایک طرف لکھے گئے ہوں اور آخر میں نام و پتہ مکمل لکھا ہو۔

بقیہ :- نورانی

حکومت بھی جو کچھ کر رہی ہے اس لیے کر رہی ہے کہ بعض سیاستدان قومی مفادات کی صاف ستھری شاہراہ کو چھوڑ کر ذاتی مفادات کا بگل بجا رہے ہیں اور انفرادی سوچ ہی کو ذریعہ نجات تصور کر رہے ہیں اگر سیاستدانوں کی ایک ٹکڑی اس راستہ کو ترک کر دے تو ایک غیر منتخب حکومت جو نوّے دن میں انتخابات کرا کر اقتدار عوام کے نمائندوں کے سپرد کر دینے کے وعدے کے ساتھ آئی تھی یہ جرأت نہ کرتی کہ وہ سیاست اور سیاستدانوں کو ہی نیست و نابود کر دینے کے درپے ہو جاتے۔

ہم ان گروہی مفادات کی حامل جماعتوں سے خدا کے پاک نام کا واسطہ دیکر عرض کریں گے کہ وہ ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچیں کہ وہ کس سمت کی طرف رواں دواں ہیں کہیں منزل کی مخالف جانب تو سفر نہیں کر رہے۔

حالات کے تقاضوں کو ملحوظ رکھیں جھوٹی انا کو چھوڑیں اور ملک و ملت کی خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ منزل مقصود کی طرف گامزن ہوں۔

اپنے اردگرد کے حالات کو بھی سامنے رکھیں افغانستان کوئی ہم سے زیادہ دور نہیں ہماری اور اس کی سرحدیں ملی ہوئی ہیں اور پھر وہ ہمارا برادر ملک ہے وہاں کیا کچھ نہیں ہو رہا غیر ملکی طاقتیں کھلی آنکھوں مداخلت کر رہی ہیں مگر ہم باہم دست و گریباں اور اپنے اندرونی جھگڑوں کی وجہ سے اس کھلی جارحیت کی مذمت تک نہیں کر سکتے ہم خاموشی سے دو لاکھ مہاجرین کا بوجھ برداشت کر رہے ہیں اور اس پر بھی غیر ملکی طاقتیں ہم پر طرح طرح کی الزام تراشیاں کرنے سے باز نہیں آتیں آئے دن نیا شوشہ چھوڑتی رہتی ہیں ایسا کیوں ہے؟ اس لیے کہ انہیں ہماری کمزوریوں کا کھلے بندوں علم ہو گیا ہے اور انہوں نے یہ باور کر لیا ہے کہ باہمی اختلافات اور ایک دوسرے پر الزام تراشیوں سے پاکستان کے ارباب اقتدار اور ارباب سیاست کو اتنی فرصت ہی کہاں ہے کہ وہ ہماری طرف آنکھ اٹھا

سعودی عرب میں پاکستانی عوام کو سخت پریشانی کا سامنا ہے

حکومت پاکستان انکے مسائل کی طرف فوری توجہ دے

گورنمنٹ کنٹریکٹر جناب قاری ارشد حبیب سے ملاقات

گذشتہ دنوں تحصیل کوہ مری کے پروگرام پر جانا ہوا تو میری ملاقات قاری ارشد حبیب سے ہوئی جو ان دنوں سعودی عرب سے پاکستان آئے ہوئے تھے۔ ارشد صاحب سعودی عرب میں گورنمنٹ کنٹریکٹر ہیں اور دو ماہ کے لیے رخصت گزارنے مری میں آئے ہیں۔

پاکستانی عوام کی مشکلات کے بارے میں میں نے ان سے چند سوال کئے۔ پہلے سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ میں سعودی عرب جب پہنچا تو خوشی کی انتہا نہ رہی بار بار روضہ اقدس پر حاضری دینا اور وہاں کی خاک کو اپنی آنکھوں سے لگانا اس دوران میں نے دیگر مقامات مقدسہ پر بھی حاضری دی لیکن جو لطف مجھے یہاں نصیب ہوا وہ کہیں نہیں ملا کئی ماہ اسی طرح گذر گئے میں نے سوچا ذریعہ معاش بھی کوئی تلاش کیا جائے تاکہ گھر والوں نے جو مجھ سے امیدیں وابستہ کیں تھیں ان کو بھی سہارا مل سکے لیکن مجھے کوئی کام یہاں نہیں مل رہا تھا اس وجہ سے کچھ پریشانی شروع ہوئی کئی ماہ گذر گئے ایک مرتبہ مسجد نبوی میں ایک فرشتہ خصلت انسان نے مجھے پریشان حال دیکھ کر مجھ سے کچھ معلوم کرنا چاہا میں نے ان کو اپنی روئیداد سنائی یہی انسان میری اس پریشانی کا حل ثابت ہوئے ان کا نام ہے شیخ سعید بن حمید الجہنی۔ آپ بڑے متقی اور پرہیزگار انسان ہیں سعودی عرب کے بہت بڑے سخی مالدار انسان ہیں ان کے تعاون سے کئی ممالک میں مدارس عربیہ اپنا مشن جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ارشد حبیب صاحب نے کہا گذشتہ دنوں جب مفتی صاحب یہاں دورہ پر تشریف لائے تو میں نے شیخ صاحب کو ان سے ملوایا آپ بہت متاثر ہوئے خصوصاً مفتی صاحب کی بے تکلف عربی زبان میں بحث اور علمی نکات سے بہت محظوظ ہوئے۔

انہوں نے ایک سوال میں کہا کہ یہاں سے جو ریکروٹنگ ایجنسیاں یا گورنمنٹ کنٹریکٹر وہاں سے آتے ہیں وہ یہاں کے عوام سے اس قدر دھوکہ اور فراڈ کرتے ہیں کہ یہاں جو ان سے ایگریمنٹ طے ہوتا ہے اس کے مطابق ان کو معاوضہ نہیں ملتا اور نہ ہی ان سے وہ سلوک کیا جاتا ہے جس سلوک کا ان سے یہاں وعدہ کیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا یہ آدمی یہاں آنے کے بعد چونکہ مجبور ہو جاتا ہے اور اس کا پاسپورٹ وغیرہ اس سے لے لیا جاتا ہے جس وجہ سے وہ کسی اور بہتر کمپنی سے نہ تو رابطہ قائم کر سکتا ہے اور نہ ہی کہیں آ جا سکتا ہے ایک تو اس کو عربی زبان نہیں آتی جس کی وجہ سے وہ مجبور ہو کر پھر اس کمپنی میں سستے داموں پر ہی کام کرنا شروع کر دیتا ہے اور یہاں کے ایجنٹ اس کی اس مجبوری اور لاعلمی سے فائدہ اٹھاتے ہیں انہوں نے کہا کہ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ حکومت پاکستان بھی ایسے ایجنٹوں سے کوئی ایکشن نہیں لیتی۔

انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ سعودی عرب میں پاکستانی سفارتخانہ کی کارکردگی بالکل صفر ہے اور یہاں کا عملہ بھی پاکستان کی بدنامی کا سبب بن رہا ہے عوام کی پریشانی سے اس کا کوئی واسطہ نہیں اور نہ ہی عوام سے اس کا کوئی رابطہ ہے انہوں نے کہا کہ کتنی شرم کی بات ہے کہ اس سفارتخانہ میں بھی کھلے بندوں رشوت چلتی ہے اور کوئی ان سے پوچھنے والا نہیں۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ جدّہ، ریاض، دیران۔ دمام۔ الخبر۔ بریدہ یہاں پاکستانی عوام کی اکثریت ہے لیکن اکثر لوگ پریشان

کلیم اللہ ملک میانوالی

سماجی مسائل

معاشرتی ٹھیکیداروں کے لئے لمحۂ فکریہ

جوں جوں اسلامی نظام کے قیام کا چرچا عام ہو رہا ہے اور وقت قریب آتا جا رہا ہے یہاں نام نہاد سماجی ٹھیکیداروں اور بدمست چودھریوں کی نبضیں تیز ہوتی جا رہی ہیں ۔ اس کے متعلق طرح طرح کے ابہام اور مشکلات پیدا کرنے کی کوششیں بھی کی جا رہی ہیں جو لوگ اسلامی نظام کی منزل قریب لانے کے لیے ایک دوسرے کے ممد و معاون ہوئے ان پر ہر طرف سے یلغار ہے اور کوشش یہ ہے کہ ایسی سوچ اپنے مثبت انداز فکر کی بدولت یہاں مدعیٔ نظام اسلامی نہ بن بیٹھے ۔ ان کے اس کردار کو منطقی انجام تک نہ پہنچنے دینا ہی دوسری طرف کا غالباً مطمع نظر ہے لیکن اگر منفی رویہ کی بجائے ہم سب نشاۃ ثانیہ کی اس کاوش میں متحد ہو جائیں تو پھر بھی اس مرحلہ کو طے کرنے کے لیے ابھی بڑی مسافت باقی ہے اور وہ ہے سماج کی پراگندگی ۔

ہمارا سماج رسم و رواج اور ماحول کے اعتبار سے قطعاً ہمارا نہیں ہے بلکہ یہ انگریز اور اس کے پروردہ پٹھوؤں کا تیار کردہ ایک ایسا گھناؤنا جال ہے جس کا ایک ایک دھاگہ منافقت، جھوٹ دھوکہ بازی، بے ایمانی، حسد، بغض اور بداخلاقی کے سوت سے تیار کیا گیا ہے ۔ بلاشبہ انگریزوں کی ضرورت کے مطابق ایسی معاشرت بالکل درست تھی اور وہ ان تمام غلط فہمیوں سے اپنے مقاصد کا حصول نہایت ہی سہل بنائے ہوئے تھے لیکن آزادی کے بعد بھی ہم نے اسے تبدیل کر کے اپنے عقیدہ یا اسلامی سوچ کے مطابق بنانے کی تکلیف گوارا نہ کی ۔ اسی نتیجہ میں آج ہمارا معاشرہ ان گنت ایسے مسائل کی آماجگاہ بن گیا ہے جو چھوٹی سی لغزش اور حقیر سی لالچ کے باعث پیدا ہوتے ہیں لیکن پورے معاشرتی حسن و جمال کا چہرہ بگاڑ کر رکھ دیتے ہیں ۔

انسانی معاشرہ جس قدر ترقی کی منازل طے کرتا جا رہا ہے ۔ سماجی مسائل کی تعداد میں آئے روز توں توں اضافہ ہوتا جا رہا ہے ۔ اگر ان کا منظم طریقہ سے سدِباب نہ ہو سکا تو انسانیت اسی گرداب میں غوطے کھاتی رہے گی ۔ مفکرین عالم مدتوں کی سوچ بچار کے بعد اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ چاہے مسلمان ہوں یا دوسری قومیں جب تک وہ اسلام کے عطا کردہ معاشرتی نظام کو مکمل طور پر اپنا نہیں لیتے دنیا میں امن و سکون کا قائم ہونا محال ہے ۔ انسانی ضمیر یا مزاج جس شدید آوارگی اور بے راہ روی کا شکار ہے اس کی شرح کو نہ صرف کم کر کے بلکہ اعتدال پر لانے کے لیے انسانیت کے لیے تیار کردہ اصل خدائی عالمگیر منشور اس کے سامنے پیش کرنے کی جتنی آج ضرورت ہے پہلے اتنی کبھی بھی نہ تھی تمام نظریات آزمائے جا چکے ہیں انسان خدائی پابندیوں سے لاکھ دامن چھڑائے لیکن یہ چبھن اور خلش اسے محسوس ہوتی رہے گی کہ ایک ایسا نظام ابھی آزمایا جانا باقی ہے جسے انسانیت کے لیے نظام کامل قرار دیا گیا ہے ۔ اور جس کے عملی نفاذ نے انسان کو دکھوں سے چھٹکارا دلایا تھا ۔ تخلیق انسانیت سے لیکر آج تک کے مسلسل رواں معاشرہ میں تقریباً ایک صدی کا ہی عرصہ اصل انسانی معاشرہ کی دلیل ہے جس میں اسلام عملی طور پر معاشرہ کا فرمانبردار رہا ہے ورنہ جدھر نظر اٹھائی جائے بحر و بر میں فساد ہی فساد نظر آتا ہے ترقی یافتہ ممالک ہوں یا ترقی پذیر کسی کا حال و مستقبل ان مسائل کی الجھن سے محفوظ نظر نہیں آتا ۔ فلاسفر تو بتا چکے ہیں کہ سماجی مسائل کس طرح اور کیوں پیدا ہوتے ہیں لیکن کسی کا بھی تجویز کیا ہوا علاج انسانی دکھوں کا مداوا نہیں کر سکتا ۔ سوائے آقائے عربی جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنہوں نے اسلامی نظام کے ذریعے دنیا کو نجات دلائی ۔ انسانیت کو روحانی، اخلاقی، عائلی، معاشرتی معاشی، سیاسی اور عدالتی نظام ہائے عطا فرمائے ۔ تاکہ خدا کی بخشی ہوئی ہر نعمت سے انسانیت بہرہ مند ہو سکے اور انسان انسان کا دستِ نگر نہ رہے ۔

انگریز مفکر "پالی بی ہاوٹن" اور "لیز" سماجی مسئلہ کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ ایسے حالات جو کافی افراد پر ناپسندیدہ طریقے سے اثر انداز ہو رہے ہوں اور جن کے متعلق محسوس کیا جائے کہ مشترکہ سماجی کوشش سے ہی کچھ کیا جا سکتا ہے ۔ اس طرح "فلر" اور "میئر" کے مطابق مسئلہ کی تعریف "ایک مخصوص آبادی کے افراد کی بیداری سے شروع ہوتی ہے ۔ جب وہ یہ محسوس کریں کہ مخصوص شدید حالات کی وجہ سے ان کی پسندیدہ اقدار خطرے میں ہیں"

عمرانی ماہرین کہتے ہیں کہ معاشرہ میں دباؤ، کھنچاؤ، تصادم اور مایوسی وغیرہ کی حالت جو ضروریات کی تکمیل کی راہ میں حائل ہو اسے سماجی مسئلہ کہا جاتا ہے لیکن اسلام نے جو سماجی نظام عطا کیا ہے اس میں مسائل کی تعریف کی بجائے اس کا مقصد اور شافی علاج تجویز کیا گیا ہے مولانا صدر الدین اصلاحی رقمطراز ہیں کہ :-

" معاشرے کے بارے میں اسلام کا کہنا یہ ہے کہ جن بے شمار افراد سے مل کر تشکیل پاتا ہے وہ سب کے سب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہوتے ہیں - سورہ نساء (۱) ان کی تخلیق واحد سے ہوئی ہے اس لیے پیدائشی طور پر وہ سب برابر ہیں " ان میں کوئی اونچ نیچ نہیں کوئی پاک اور ناپاک نہیں - کالے اور گورے، ہندی اور عربی، آرین اور شامی، ایشیائی اور یورپی، مشرقی اور مغربی سب ایک سے ایک درجے اور سب ایک طرح کے حقوق رکھنے والے انسان ہیں نسل یا وطن، رنگ یا زبان کی بناء پر ان میں تفریق نہیں ہو سکتی - تفریق کی صرف ایک بنیاد ہے اور وہ میں خود ہوں - اس لیے پوری انسانی برادری دراصل صرف دو گروہوں میں بٹی ہوئی ہے - ایک گروہ ان لوگوں کا ہے جو مجھ پر یعنی اللہ کے دین پر ایمان رکھتے ہیں دوسرا ان لوگوں کا ہے جو اسے اپنا دین نہیں مانتے - پہلا اسلامی معاشرہ کہلاتا ہے دوسرا کافر و مشرک یا غیر مسلم معاشرہ - جیسا کہ صاف ظاہر ہے ان دونوں معاشروں کی بنیادیں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوتی ہیں اور جب بنیادیں مختلف ہوتی ہیں تو ان کے ڈھانچے بھی لازماً ایک دوسرے سے مختلف ہی ہوتے ہیں اور زندگی کے اہم تر معاملات ہیں ان کے اندر کوئی مفاہمت بھی نہیں ہوتی -

اسلام نے واضح طور پر صاف ستھرے معاشرہ کی بنیاد ڈالی جس میں رضا ہی بنیاد قرار پائی - جس میں کوئی پیچیدگی نہیں بلکہ نہایت ہی آسان اور قابل عمل تجویز کیا گیا ہے کہ وہ کام کئے جائیں جو خدا اور رسول صلعم کے عمل سے مشابہت رکھتے ہوں ان کاموں کی سختی سے پابندی کی جائے احکامات خداوندی اور ارشادات نبویؐ میں ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے لیکن اس وقت ہمارا معاشرہ جہالت کی نشانی ہے - ہم غیروں کی تقلید میں اپنی روایات اپنے سماج میں نہ سمو سکے اور نہ ہی انگریز کی مکمل تائید کر کے ان جیسے بن سکے اس لیے کہ ایک حد کھینچ دی گئی ہے اور نہ ہی اسے اسلامی سماج بنا سکے - اونچ نیچ نے ہمارے معاشرہ اور سماجی کیفیت کی اصلی حالت بگاڑ دی ہے نفوذ اور ایجادات سے ہمیشہ معاشرہ بدلتا رہتا ہے لہٰذا کچھ افراد ان تغیرات کے ساتھ ہم آہنگی پیدا نہ کر سکے جو سماجی مسائل بن جاتے ہیں اکثریت کی نظر میں بے راہ روی کو معمول سے علیحدہ پہچاننا ہی دراصل مسئلہ کی نشاندھی ہوتی ہے بے راہ روی ایک سماجی مسئلہ ہے جو اتنی شدید ہو کر معاشرہ یا اس کے کچھ حصوں کے لیے باعث خطرہ بن جاتی ہے خطرہ حقیقی یا تصوراتی بھی ہو سکتا ہے - گروہی سلامتی جب خطرہ محسوس کرتی ہے تو مسئلہ کی موجودگی کا احساس اجاگر ہو جاتا ہے - سماجی مسائل کے لیے چند خطرات ہیں جو معاشرہ میں دن بدن رواج کی شکل اختیار کرتی جا رہی ہیں لیکن درحقیقت یہی سماجی مسائل ہیں جنہوں نے ہماری سماجی کیفیت کی روح بدل ڈالی ہے یہ مسائل افراط آبادی، مسئلہ خوراک، مسئلہ زرعی پیداوار، جہالت، تعلیم، جرائم اور نوعمر افراد کی بے راہ روی، بے روزگاری، مسئلہ شادی بیاہ، رہائشی مسائل صوبائی تعصبات وغیرہ ہیں -

مسائل جس نوعیت کے بھی ہوں چاہے وہ سطحی اثرات رکھتے ہوں یا گھمبیر جڑیں پکڑے ہوئے ہوں ان تمام کو اسلام کی اخلاقی تلوار سے جڑ سے اکھاڑا جا سکتا ہے بشرطیکہ معاشرتی ٹھیکیداروں کی معاونت حاصل ہو جائے تو بے شمار مسائل کا حل صرف اسی طرح کیا جا سکتا ہے کہ مخصوص سماجی ٹھیکیداروں کو راہ راست پر لگا دیا جائے اور ان سے خدا اور رسول صلعم کے نام پر اپیل کی جائے کہ وہ اپنے اپنے حلقۂ اثر کو تقسیم کروا اور حکومت کر و کے فرنگیانہ فکر سے نجات دیں اور اس طرح بہتر سماجی سوچ کو یکجا ہونے کا موقع دیں تا کہ بھلائی کے لیے انسانیت کو ایک دوسرے سے تعاون میں کوئی دقت نہ ہو - اس طرح ۷۵ فیصد سماجی مسائل انشاء اللہ حل ہو جائیں گے -

انصار الاسلام کے رضا کار

انصار الاسلام کے رضا کار ربوہ کانفرنس میں شرکت کی تیاری کریں انصار الاسلام کے سالار اعلیٰ مولانا احمد سعید لدھیانوی نے تمام رضا کاروں کو ہدایت کی ہے کہ وہ ربوہ میں ۲۱، ۲۲ر اکتوبر کو منعقد ہونے والی دو روزہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لیے بھرپور تیاری شروع کر دیں یکمل وردی کے علاوہ پریڈ کی مشق بھی کریں کانفرنس سے دو روز قبل ۱۹-۲۰ر اکتوبر کو رضا کاروں کے لیے تربیتی کیمپ قائم کیا جائے گا اور کانفرنس کے دوران رضا کار اکابرین جمعیۃ کو باقاعدہ سلامی دیں گے رضا کاروں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ ۱۹ر اکتوبر کی شام کو ربوہ پہنچ جائیں -

احمد سعید لدھیانوی - سالار اعلیٰ
انصار الاسلام پنجاب

تعزیتی اجلاس

جمعیۃ علماء اسلام حلقہ راوی رود کے کارکنوں کا ایک تعزیتی اجلاس حلقے کے جنرل سیکرٹری شیخ محمد رفیق کی ہمشیرہ کے انتقال پر ملال کے سلسلہ میں زیر صدارت امیر حلقہ مولانا عبد الرؤف فاروقی مورخہ ۷ار اکتوبر بروز ہفتہ حلقہ ہذا کے دفتر جمعیۃ میں ہوا اجلاس میں مرحومہ کے انتقال پر انتہائی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مرحومہ کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی کی گئی اور مرحومہ کے لیے مغفرت و بلندی درجات نیز پسماندگان کے لیے صبر و جمیل کی دعا کی اجلاس کے اختتام پر مولانا عبد الرؤف فاروقی نے دعا کروائی -

انتخابات کے التواء کی ذمہ داری قومی اتحاد پر نہ ڈالی جائے ،

ہماری شرکت کے بغیر بھی الیکشن ۱۷ نومبر کو ہوسکتے ہیں ؛

مفتی محمود

جمہوری ڈھانچہ وجود میں لانے کیلئے عام انتخابات کا انعقاد ضروری ہے

پاکستان قومی اتحاد نے ایک بار پھر حکومت سے کہا ہے کہ اگر سیاسی جماعتوں کے قانون میں کچھ نرمی کردی جائے تو قومی اتحاد مطلوبہ معلومات حکومت کو پیش کرنے کو تیار ہے۔ قومی اتحاد نے جماعتوں کی رجسٹریشن کی بجائے جماعتوں کی جانچ پڑتال کے الفاظ استعمال کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔ قومی اتحاد کی مرکزی کونسل کے اجلاس کے بعد آج اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود نے ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ انہوں نے گذشتہ رات صدر مملکت پر واضح کر دیا ہے کہ قومی اتحاد قطعاً ایک دن کے لیے بھی انتخابات کا التواء نہیں چاہتا اگر حکومت پاکستان قومی اتحاد کو باہر رکھ کر انتخابات کرانے پر تلی ہوئی ہے اور ہمارے مطالبات مسترد کئے جا رہے ہیں تو جس طرح بلدیاتی انتخابات کے موقع پر ہم نے صبر سے کام لیا ہے اور باہر رہے اس طرح اب بھی انتخابات کرائے جائیں۔

مولانا مفتی محمود نے کہا کہ انتخابات بہر حال ہونے چاہئیں چاہے قومی اتحاد اس میں شریک نہ ہو انتخابات میں حصہ لینے کے لیے تحریک استقلال اور جماعت اسلامی موجود ہیں انتخابات ۱۷ نومبر ہی کو کرائے جائیں تاکہ جمہوری ڈھانچہ وجود میں آئے ہمیں باہر رکھ کر انتخابات ملتوی کرنے کا بہانہ نہ بنایا جائے۔ مولانا مفتی محمود نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ حکومت اس پر بھی راضی نہیں۔ جب مفتی صاحب سے پوچھا گیا کیا صدر سے ملاقات کے بعد وہ مطمئن ہیں کہ حکومت انتخابات بروقت کرا دے گی؟ تو مفتی صاحب نے جواب دیا میں خاص مطمئن نہیں ہوں۔ مفتی صاحب نے پریس کانفرنس میں رجسٹریشن کے قانون کی وجہ سے پیدا ہونے والے بحران پر تفصیلی روشنی ڈالی انہوں نے کہا گزشتہ رات صدر مملکت سے ملاقات میں میں نے قومی اتحاد کے موقف اور اتحاد کے مطالبات کی وضاحت کی کوشش کی ہے۔ صدر نے بھی کچھ بتایا ہے اور وہ ایک دو روز میں کوئی اعلان کر دیں گے۔ مفتی محمود نے یاد دلایا ۲۵ ستمبر کو لاہور میں صدر سے ملاقات کے دوران میں نے ان کو پیشکش کی تھی کہ ہم رجسٹریشن نہیں کرائیں گے البتہ ضروری معلومات پیش کر دیں گے اور حکومت کے طلب کرنے پر جماعت کا دستور وغیرہ پیش کر دیں گے۔ صدر نے میری یہ پیشکش قبول کر لی اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اس عمل کا نام کیا ہوگا میں نے خود ان سے کہا کہ اسے رجسٹریشن کا نام نہیں بلکہ سیاسی جماعتوں کی جانچ پڑتال کا نام دے دیں۔ مفتی صاحب نے بتایا میں نے گزشتہ رات بھی صدر سے اس مطالبہ کو دہرایا ہے مفتی صاحب نے بتایا ملکی آئین کے مطابق ہر شخص بشرطیکہ وہ فاتر العقل نہ ہو انتخابات میں حصہ لے سکتا ہے اور اس حق پر ہم کسی قسم کی پابندی قبول نہیں کریں گے اس بنیادی حق کا تحفظ سیاسی جماعتوں کا فرض ہے انہوں نے بتایا کسی دوسرے ملک میں رجسٹریشن کا طریقہ رائج نہیں ہے اس سلسلے میں حکومت کا پروپیگنڈہ درست نہیں ہے انگریز کی غلامی کے دور میں بھی کسی جماعت پر پابندی نہیں تھی۔ آج ایک آزاد قوم اس قسم کی پابندی کس طرح قبول کرے گی۔ مفتی صاحب نے بتایا کہ میں نے صدر پر واضح کیا ہے کہ رجسٹریشن کی تلوار سیاسی جماعتوں پر ۵ سال تک لٹکتی رہے گی۔ یہاں تو برسر اقتدار جماعت ہی اس ملک کی وفادار ہوگی اور رجسٹریشن کی تلوار اپنا کام کرے گی۔ انہوں نے مزید کہا کہ رجسٹریشن کی حیثیت پرمٹ کی ہوگی جس طرح کسی فرم یا کواپریٹو سوسائٹی کی ہوتی ہے ہمیں اس بات پر بھی افسوس ہے کہ چیف الیکشن کمشنر کو رجسٹرار اور اے جی پی آر کے فرائض دے دیئے گئے ہیں ایسا دنیا میں ہرگز کہیں نہیں ہوتا۔

مفتی صاحب نے کہا کہ میں نے ان تمام امور سے صدر مملکت کو آگاہ کر دیا ہے وہ ۲۵ ستمبر کی ملاقات میں ہمارے مؤقف کے قائل ہوگئے تھے مگر ۲۶ ستمبر کو کوئٹہ کے ایک استقبالیہ میں اعلان کر دیا کہ رجسٹریشن نہ کرانے والی جماعت انتخاب میں حصہ نہیں لے سکتی انہوں نے کہا کہ ملک دشمنی کی مرتکب کسی جماعت کے خلاف سپریم کورٹ میں ریفرنس داخل کیا جا سکتا ہے چونکہ رجسٹریشن کا قانون غیر ضروری ہے اس لیے ہم نے اسے قبول کرنے

سے انکار کیا قوم کی عزت نفس پر کوئی حملہ ہو تو ہم پر اس کے تحفظ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ مفتی صاحب نے مزید کہا کہ ہمیں خدشہ تھا کہ رجسٹریشن نہ کرانے والی جماعتیں انتخابات میں حصہ نہ لے سکیں گی۔

اس کے باوجود ہم نے کاغذاتِ نامزدگی داخل کرائے تاکہ ہم پر الزام نہ آئے کہ ہم انتخابات کے لیے تیار نہیں ہیں مگر حکومت سارے ملک میں ہمارے کاغذات مسترد کرنے سے قبل ہم سے مذاکرات کرتی تو شاید الجھن پیدا نہ ہوتی ہم نے کاغذات کے استرداد سے قبل کہہ دیا تھا کہ اگر بعد میں مذاکرات ہوئے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ مفتی محمود نے مزید کہا کہ ریٹرننگ افسروں کو ہدایات تھیں کہ رجسٹریشن کا فیصلہ ہونے تک کاغذات مسترد نہ کئے جائیں مگر کاغذات مسترد کرنے سے پہلے ۲۰ اکتوبر کو سارے ملک کے ریٹرننگ افسروں کو ٹیلیگرام ارسال کر دیئے گئے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب کچھ طے شدہ پالیسی کے تحت کیا گیا ہے۔ مفتی صاحب نے بتایا کہ گذشتہ رات میں نے صدر مملکت سے کہا کہ رجسٹریشن کے قانون میں نرمی پیدا کی جائے اور اگر آج بھی حکومت ہمیں مطلوبہ معلومات کے لیے کہتی ہے تو دینے کو تیار ہیں مگر مسلم لیگ کے کچھ لوگوں نے کاغذات داخل نہیں کرائے اس لیے انہیں مزید چند روز دیئے جائیں ہم مسلم لیگ کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے وہ ہماری حلیف جماعت ہے۔

انہوں نے کہا میں نے صدر پر واضح کر دیا ہے ۱۷ نومبر کے انتخابات کو ۱۸ نومبر نہ ہونے دیا جائے جب انتخابی شیڈول متاثر نہیں ہوتا تو پھر ہمیں رعایت دی جاسکتی ہے میں نے صدر سے کہہ دیا ہے کہ اگر وہ ہمیں باہر رکھنے پر مصر ہیں پھر جس طرح بلدیاتی انتخابات ہمارے بغیر کرا لئے گئے ہیں عام انتخابات بھی کرا لیں مگر ان میں ایک روز کی بھی تاخیر نہ کی جائے۔

بلدیاتی انتخابات

مولانا مفتی محمود نے بلدیاتی انتخابات کو بھی کالعدم قرار دینے کا مطالبہ کیا اور بتایا کہ صدر مملکت نے ہم سے بات چیت کے وقت بلدیاتی انتخابات عام انتخابات کے بعد کرانے کا وعدہ کیا تھا مگر اس وعدہ پر عمل نہ ہوا تو ہم نے بلدیاتی انتخابات کا بائیکاٹ کر دیا ان انتخابات کے سلسلے میں ہم نے جن خدشات کا اظہار کیا تھا وہ سب درست ثابت ہوئے ہم نے کہا تھا ان انتخابات سے گھر گھر گلی گلی اور محلوں میں فسادات ہوں گے اور تلخیاں بڑھیں گی حالات یہ ہیں کہ ۷۰، ۷۵ افراد قتل اور سینکڑوں زخمی ہوگئے ہیں ان انتخابات میں دھاندلی بھی عام ہوگئی بے انتہا ووٹ بوگس ڈالے گئے مفتی صاحب نے دعویٰ کیا کہ ان انتخابات میں بوگس ووٹ نکال کر اوسطاً ۳۰ فیصد ڈالے گئے ہیں چنانچہ حصہ لینے والی جماعتوں جمعیۃ علماء پاکستان کے شاہ فرید الحق اور تحریک استقلال سندھ کے احمد میاں سومرو کو یہ انتخابات کالعدم قرار دینے کا مطالبہ کرنا پڑا۔

ادھر خود صدر ضیاء الحق بھی یہ کہہ چکے ہیں کہ اگر بلدیاتی انتخابات میں ۵۰ فیصد سے کم ووٹ ڈالے گئے تو یہ انتخابات درست نہیں ہوں گے ان حالات میں یہ انتخابات لازماً کالعدم قرار دیئے جائیں مفتی محمود نے مزید کہا کہ ہم نے حکومت پر اپنا موقف کھل کر واضح کر دیا ہے۔ اب جواب ان کو دینا ہے پریس کانفرنس میں مفتی محمود کے ساتھ نوابزادہ نصر اللہ خاں بھی تھے۔ سوالات کے وقت بعض سوالات کے جواب نوابزادہ نصر اللہ خان نے دیئے۔

سوال:۔ صدر ضیاء الحق جو اعلان کرنے والے ہیں۔

جواب: وہ خود ہی کچھ بتا سکتے ہیں۔

سوال: کیا وہ انتخابات ملتوی کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: میں کچھ نہیں کہتا ہم نے موقف بتا دیا ہے۔

سوال: کیا آپ مطمئن ہیں کہ صدر بروقت انتخابات کرا دیں گے؟

جواب: میں خاص مطمئن نہیں ہوں۔

سوال: صدر نے انتخابات کے سلسلہ میں کوئی مشکلات بتائیں۔

جواب: ایسی تو کوئی مشکلات نہیں بتائی۔ وہ ہم سے ہی پوچھتے رہے کہ کیا گڑ بڑ ہوگئی ہے۔

سوال: آپ کچھ تو بتائیں؟

جواب: آپ خود ان سے جا کر پوچھ لیں۔

سوال: ریڈیو اور ٹی وی پر کچھ وفد کے حوالے سے انتخابات ملتوی کرنے کا پراپیگنڈہ ہو رہا ہے کیا آپ نے صدر کی توجہ ادھر مبذول کرائی؟

جواب:۔ ہاں! اس پر بھی بات ہوتی ہے ان وفود کی ملاقاتوں کے ہوتے ہوئے ہم کس طرح مطمئن ہو سکتے ہیں۔

جمعیۃ علماء اسلام جھنگ کا تعزیتی جلسہ

گذشتہ دنوں جمعیۃ علماء اسلام جھنگ کے سابق ضلعی امیر الحاج ملک علی محمد صاحب مرحوم کی وفات پر جمعیۃ کی طرف سے جامع مسجد رحمانیہ محلہ برطھ والہ جھنگ صدر میں بعد نماز عشاء جلسہ تعزیت ہوا۔ صدارت حضرت مولانا مفتی عبدالحلیم صاحب امیر جمعیۃ ضلع جھنگ نے کی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا حفیظ الدین صاحب ناظم جمعیۃ جھنگ صدر نے ادا فرمائے۔ تلاوت مولانا قاری محمد شفیق صاحب صدر مدرس مدرسہ تعلیم القرآن محلہ مومن پورہ جھنگ صدر نے کی نعت جناب رحیم صدیقی صاحب نے پیش فرمائی بعد ازاں مرحوم کے کارہائے نمایاں دینی، سیاسی، خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ چنانچہ مولانا محمد شفیع صاحب مولانا ولی اللہ صاحب نائب امیر جمعیۃ جھنگ صدر، مولانا محمد یٰسین صاحب ناظم اعلیٰ جمعیۃ جھنگ صدر مولانا حق نواز نائب امیر جمعیۃ علماء اسلام ضلع جھنگ نے خطابات فرمائے۔ اور مرحوم کو خراج تحسین پیش کیا۔ مرحوم حاجی علی محمد صاحب نے عرصہ ۲۵ سال جمعیۃ کے ضلعی امیر کے فرائض ادا کئے۔ ہمیشہ اپنی مالی جانی قربانیاں پیش کیں۔ بعد ازاں جمعیۃ علماء اسلام ضلع جھنگ کے امیر مولانا مفتی عبدالحلیم نے اجتماع سے ایصال ثواب کرایا اور دعا فرمائی۔ نیز قرارداد کے ذریعہ حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ مسجد گڑ منڈی جھنگ صدر شیعہ غنڈوں کی مداخلت کی وجہ سے ۲۷ رمضان کو سیل بند کر دی گئی۔ آج تک سیل بند ہے۔ واگذار کی جائے اور اہل سنت والجماعت کو نماز۔ اذان کی اجازت دی جائے۔ دعا پر جلسہ برخاست ہوا۔

حب الوطنی پر کسی کی اجارہ داری نہیں

حضرت امیر مرکزیہ

جمعیتہ علماء اسلام کے مرکزی امیر مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے ایک بیان میں کہا ہے کہ مارشل لاء انتظامیہ الیکشن کے بارہ میں صورتحال کو عملاً غیر یقینی بنانے میں مصروف ہے اور ملکی سالمیت کا ہوا کھڑا کر کے الیکشن کو ملتوی کرنا چاہتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حب الوطنی پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہے اور اس ملک میں ہر حکمران کی طرف سے اپنے سیاسی مخالفین کی حب الوطنی کو مشکوک قرار دینے کی روایت اب ختم ہونی چاہیے کیونکہ اس روش کے باعث جمہوری اور سیاسی عمل اب تک مضبوط بنیادوں پر استوار نہیں ہو سکا انہوں نے کہا کہ سیاستدانوں نے ملکی سالمیت کے تحفظ اور قومی مقاصد کی تکمیل کے لیے پر خلوص جدوجہد کی ہے وہ ملکی سالمیت اور حب الوطنی کے تقاضوں کو بخوبی سمجھتے ہیں اور انہیں اس سلسلہ میں کسی سے درس یا سرٹیفکیٹ لینے کی ضرورت نہیں ہے مولانا درخواستی نے کہا کہ قومی راہنماؤں کی کردار کشی کی مہم چلانے والے قوم کو سیاسی قیادت سے محروم کر دینا چاہتے ہیں تاکہ قومی سیاست انارکی کا شکار ہو جائے اور وہ اپنے مقاصد کی تکمیل کر سکیں انہوں نے خبردار کیا کہ عام انتخابات کا التواء انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے اس لیے مارشل لاء انتظامیہ کو اس آگ میں کودنے سے پہلے اس کی تپش کا اندازہ کر لینا چاہیے ورنہ حالات پر اس کی گرفت قائم نہیں رہ سکے گی۔ درخواستی صاحب نے ایر مارشل اصغر خان، میاں طفیل محمد اور مجلس تحریک کارکنان پاکستان کے سربراہ اورنگزیب خان کے حالیہ بیانات پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ ان لیڈروں کو قومی اتحاد اور مولانا مفتی محمود کے خلاف بیان بازی کرتے وقت اس امر کا خیال کرتے وقت اس امر کا خیال رکھنا چاہیے تھا کہ انہوں نے اسلام ملک اور قوم کی کس حد تک خدمت کی ہے بلکہ یہ حضرات بزعم خویش یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ بڑی جماعتوں کو اگر انتخابات میں حصہ لینے کا موقع فراہم ہو گیا تو ہماری دال نہیں گلے گی اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

جماعت اسلامی کے طرز عمل سے اسلامی نظام کے لیے قربانیاں دینے والوں کے دل ٹوٹ گئے ہیں

مفتی محمود

ڈیرہ اسماعیل خان؛ پاکستان قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود نے آج ریٹرننگ آفیسر کے دفتر کے سامنے اخباری نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ جماعت اسلامی نے قومی اتحاد کے متفقہ فیصلوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے علیحدہ طور پر رجسٹریشن کی جو درخواست دی ہے اور علیحدہ نشان مانگا ہے وہ انتہائی تکلیف دہ اور نامناسب اقدام ہے جس سے قومی اتحاد کے عقیدت مندوں اور اسلامی نظام کے لیے بیش بہا قربانیاں دینے والوں کا دل پاش پاش ہو گیا ہے۔ عوام کو ہرگز اس بات کی توقع نہ تھی کہ جماعت اسلامی جیسی پرانی تنظیم بھی قومی اتحاد کی صفوں میں رخنہ ڈالنے اور انتشار پیدا کرنے کا سبب بنے گی۔ مفتی صاحب نے بتایا کہ اگر رجسٹریشن کی پابندی نہ ہوئی اور کاغذات نامزدگی داخل کرنے کی میعاد میں اضافہ کر دیا گیا تو پاکستان قومی اتحاد پورے جوش و خروش سے انتخابات میں حصہ لے گا۔ اگر قومی اتحاد کو انتخاب لڑنے سے باز رکھا گیا تو انتخاب نہیں ہوں گے بلکہ یہ ایک کاغذی کارروائی ہوگی ایک سوال کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ ہم نے قومی اتحاد کے سابق امیدواروں سے اور اپنے دوسرے خواہشمندوں سے یہ کہہ دیا ہے کہ وہ کاغذات نامزدگی داخل کر دیں تاکہ ہم پر انتخابات کے لیے تیار نہ ہونے کا الزام عائد نہ کیا جا سکے۔

بقیہ: سعودی عرب میں پاکستانیوں کے مسائل

حال میں خصوصاً سفارتخانہ کی نامناسب حرکتوں سے بالکل بیزار ہیں۔ یہاں پاکستان کے عوام کی مشکلات کا کوئی جائزہ نہیں لیا جاتا اگر ہمارا سفارتخانہ یہاں اس قسم کی کمیٹیاں ان ہی لوگوں میں سے بنا دے جو ان کے مسائل سفارتخانہ کی وساطت سے حکومت پاکستان کو پہنچتے رہیں تو اکثر مسائل حل ہو سکتے ہیں انہوں نے سوال کے جواب میں کہا کہ حج کے موقع پر بھی کوئی خاص انتظام نہیں ہوتا جس سے یہاں کے لوگوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن گذشتہ سال حج کے موقع پر انتظام کچھ بہتر تھا حکومت کو چاہیے کہ وہ حج کے موقع پر یہاں رہنے والے پاکستانی باشندوں کی مدد سے ایک کمیٹی تشکیل دے جو ان کا

انتخابات حلقہ جات تحصیل لکی مروت

حلقہ تاجہ زئی

امیر : حضرت مولانا محمد گل سردار صاحب تاجہ زئی
نائب امیر اول : مولوی عبد الغفار تاجہ زئی ۔
نائب امیر دوم : مولوی عبد الحق صاحب
ناظم اعلیٰ : ملا شائستہ خان صاحب
نائب ناظم اول : مولانا سرور جان صاحب
نائب ناظم دوم : مولوی ولی خان صاحب
ناظم نشر و اشاعت : مولوی محمد سعید
خزانچی : ملا ولی خان
سالار : مولوی محمد ایوب ۔

حلقہ دلو خیل

امیر : مولانا عبد الغفار صاحب
نائب امیر اول : مولانا حکیم حمید اللہ جان صاحب
نائب امیر دوم : حاجی عبد اللہ خان صاحب

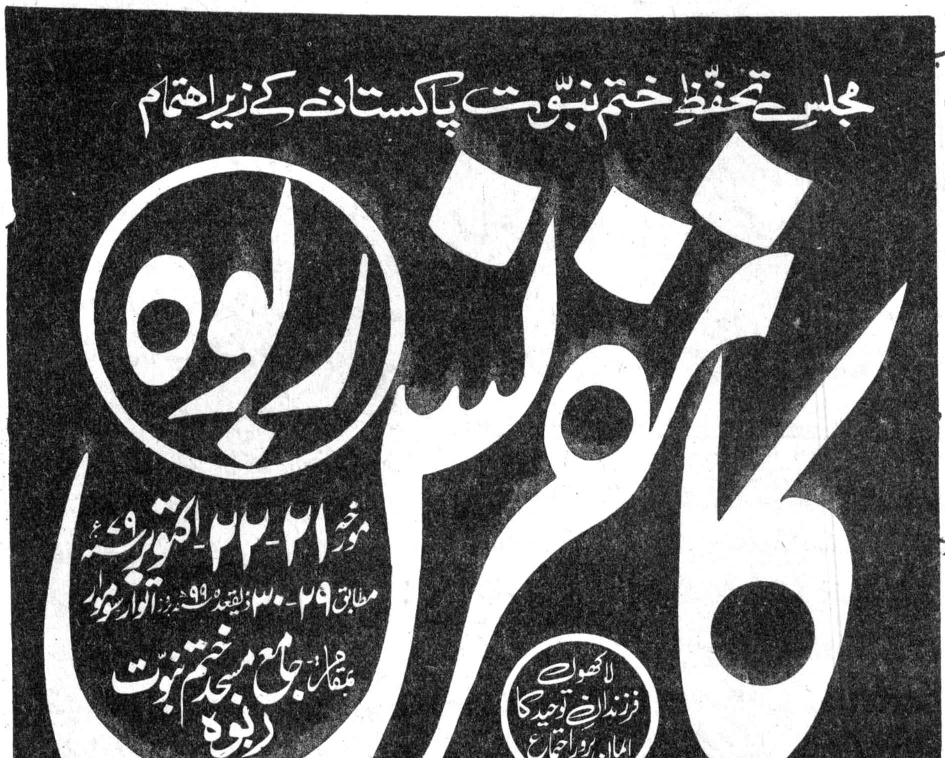
ناظم اعلیٰ : حافظ عبد القیوم صاحب
نائب ناظم اول : محمد جان صاحب
نائب ناظم دوم : مولوی فیض اللہ خان صاحب
خازن : حمید اللہ جان نیازی صاحب
سالار : مولوی شاہ بہرام صاحب
مجلس عمومی برائے تحصیل و ضلع مولانا حمید اللہ جان نیازی
مولانا عبد الغفار صاحب ۔

حلقہ آبا خیل

امیر : صاحبزادہ جان محمد شاہ صاحب
نائب امیر اول : مولانا گل جنان صاحب
نائب امیر دوم : مولانا عبد الستار صاحب
ناظم اعلیٰ : مولانا محمد سعید صاحب
نائب ناظم اول : مولانا محمد نواز صاحب
نائب ناظم دوم : مولانا محمد گل صاحب
سالار : بلوچ خان صاحب
خازن : حاجی داؤد صاحب
ناظم نشر و اشاعت : حاجی پشم خان صاحب

حلقہ ککہ خیل

امیر : مولانا شاہ نظر صاحب
نائب امیر اول : مولانا یار محمد صاحب
نائب امیر دوم : مولانا محمد جان صاحب
ناظم اعلیٰ : مولانا عبد الحکیم صاحب
نائب ناظم اول : غلام فرید صاحب
نائب ناظم دوم : وارث خان صاحب
سالار : زمین خان صاحب
ناظم نشر و اشاعت : ہومیو ڈاکٹر گلستان صاحب
خازن : منور خان صاحب



اجتماعی ذہن سے فیصلے کریں :

قاری نور الحق قریشی

جمعیتہ علماء اسلام صوبہ پنجاب کے جنرل سیکرٹری قاری نور الحق قریشی ایڈووکیٹ نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ اس وقت تک جن سیاسی پارٹیوں نے رجسٹریشن کے لیے درخواستیں دی ہیں ان میں ایک سیاسی جماعت بھی ایسی نہیں ہے جسے قومی جماعت کہا جاسکے۔ جن میں تین جماعتوں تحریک استقلال، جمعیتہ علماء پاکستان اور جماعت اسلامی نے درخواستیں دی ہیں۔ ان کے انتخابات میں حصہ لینے سے جناب صدر کونسے مثبت نتائج برآمد کرنا چاہتے ہیں؟

قاری نور الحق قریشی نے کہا اگر صوبہ سرحد اور بلوچستان کی کوئی نمائندہ جماعت انتخابات میں حصہ نہیں لے رہی ہے جس جماعت کو بھی ان چھوٹے صوبوں سے کامیاب کرایا جائے گا اس کی حیثیت کیا ہوگی؟ اسی طرح پاکستان مسلم لیگ جسے پنجاب میں اکثریت حاصل ہے وہ انتخابات سے باہر رہی ہے جمعیتہ علماء اسلام اور پی۔ ڈی۔ پی بھی رجسٹریشن نہیں کرا سکیں، ان حالات میں عام انتخابات ہو رہے ہیں۔ معلوم نہیں کہ جناب صدر ضیاء الحق اس قسم کے حالات پیدا کرکے ملک کو کہاں لے جا رہے ہیں؟

انہوں نے جماعت اسلامی کے قومی اتحاد سے علیحدہ ہونے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ جماعت نے اپنی روایت کو برقرار رکھا ہے ۷۳ء کی یو ڈی ایف کے زیر اہتمام جب تمام جماعتوں نے بحالی جمہوریت کی خاطر تحریک چلائی اور سیاسی کارکنوں کو تشدد اور بربریت کا نشانہ بنایا گیا تو جماعت اسلامی واحد جماعت تھی جو متحدہ جمہوری محاذ میں رہتے ہوئے بھی قرار داد کے مختلف تاویلیں کرکے آزمائش و ابتلاء کے وقت ساتھ چھوڑ گئی، جماعت نے اپنی سابقہ روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے اب بھی قومی اتحاد کو آزمائش میں چھوڑ کر خود کنارے پر بیٹھ گئی ہے۔

قاری نور الحق قریشی نے کہا کہ جماعت اسلامی کو بمشکل دو چار سیٹیں نصیب ہوں گی اور اب قومی اتحاد اور جمعیتہ علماء اسلام کے ہزاروں کارکن اپنی سرگرمیوں میں آزاد ہوں گے۔

قاری نور الحق نے صدر ضیاء الحق کی تقریروں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ صدر کی مختلف تقاریر کے پیش نظر آسانی سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ انتقال اقتدار کا مرحلہ بہت دور نظر آتا ہے اس ملک میں سیاست کو ہمیشہ کے لیے دیس نکالا دیا جا رہا ہے۔

جمعیتہ پنجاب کے جنرل سیکرٹری نے تمام سیاسی جماعتوں کے سربراہوں سے اپیل کی کہ وہ جذبات میں آکر فوری فیصلے نہ کریں بلکہ اب بھی اکٹھے بیٹھ کر ملکی اور بین الاقوامی حالات کو سامنے رکھ کر اجتماعی ذہن سے فیصلے کریں۔ ملک کی بقا و سلامتی اور اسلام و جمہوریت کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے لیے متفقہ لائحہ عمل تجویز کریں۔ روز بروز حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں جس سے ملک کی سلامتی کو زبردست خطرہ لاحق ہوتا جا رہا ہے۔

حدوٹ تحصیل کوہمری کے عوامی مسائل فوری حل کئے جائیں

جمعیتہ علماء اسلام تحصیل مری کے صدر قاری اسد اللہ عباسی حدوٹ کے معروف سماجی راہنماؤں حاجی سلیمان حاجی عبد الشکور حاجی مظفر خان حاجی محمد یعقوب جناب فاروق احمد عباسی اور قاری احمد شاہ بخاری نے ایک مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ موضع حدوٹ کی کوئی ایک ہزار کے قریب آبادی ہے اور اس بستی کو خاص طور پر بجلی سے جان بوجھ کر محروم رکھا جا رہا ہے۔ انہوں نے ہمارے نمائندہ کو ایک ملاقات میں یہاں کے مسائل ذکر کرتے ہوئے کہا کہ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ اس موضع کے کوئی ایک فرلانگ کے فاصلہ سے بجلی دوسرے موضع میں جا رہی ہے لیکن یہاں کے عوام کو اس کے افادہ سے ایک سازش کے تحت محروم کردیا گیا ہے انہوں نے کہا کہ اس معاملہ میں بعض ذمہ دار افسران اور کچھ دوسرے افراد نے جانبداری کا ثبوت دیا ہے انہوں نے کہا ہم نے اس صورتحال سے بار بار حکام بالا کو مطلع کیا ہے لیکن جان بوجھ کر آج تک اس کام کو سرد خانہ میں ڈالا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیس ابتدائی مراحل طے کرتا ہوا لاہور مرکزی محکمہ کے سپرد ہو چکا ہے لیکن عرصہ چھ ماہ سے یہ کام پھر کھٹائی میں پڑا ہوا ہے انہوں نے مزید کہا مرکزی محکمہ بھی اب تک کوئی کارروائی نہیں کرسکا انہوں نے حکام بالا سے پر زور مطالبہ کیا کہ یہاں کے عوام کی دیرینہ خواہش کا لحاظ رکھتے ہوئے بجلی فوری مہیا کی جائے اور جو افسران اس کام میں ٹال مٹول سے کام لے رہے ہیں ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ اس کے ساتھ ہی پینے کے پانی کا مسئلہ بھی بڑا اہم ہے پائپ لائن فوری بچھا کر یہاں کے عوام کی اس پریشانی کو بھی ختم کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ تعلیم کے حاصل کرنے کے لیے بھی یہاں کے طلباء کے والدین کو سخت پریشانی کا سامنا ہے خصوصاً لڑکیوں کی تعلیم کے لیے قطعاً کوئی انتظام نہیں۔ یہاں تک کہ پرائمری سکول منظور ہو چکا ہے لیکن اس کی عمارت آج تک نہیں بنائی گئی حالانکہ سکول کے لیے یہاں کے عوام نے زمین دینے کی پیشکش بھی کی ہے اسی طرح زراعت کے مسائل ہیں پودوں کو نقصان ہو رہا ہے لیکن اس طرف کوئی توجہ نہیں دی جا رہی افسران جب بھی اس کی دیکھ بھال کے لیے دورہ کرتے ہیں مری سے ہی واپس ہو جاتے ہیں اور یہ افسران اتنی تکلیف بھی گوارا نہیں کرتے کہ دیہات کا دورہ کیا جائے بعد میں نمائندہ خصوصی کو نوجوان راہنما جناب فاروق احمد عباسی نے ملاقات کے دوران بتایا کہ ٹرانسپورٹ کا مسئلہ بھی اسی طرح اہم ہے بسوں والے ناجائز زائد کرایہ وصول کر رہے ہیں انہوں نے ایک اہم بات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ محکمہ جنگلات کے افسران کی ملی بھگت سے یہاں کی قیمتی لکڑی (چیل) کا بہت ضیاع ہو رہا ہے انہوں نے کہا کہ حکومت کے مقرر کردہ آدمی معمولی رشوت لے کر قیمتی لکڑی کو مقامی لوگوں کو فروخت کر دیتے ہیں اسی طرح اس قیمتی جنگل کو جان بوجھ کر ختم کیا جا رہا ہے ان تمام راہنماؤں نے حکومت پاکستان سے پر زور مطالبہ کیا ہے کہ تمام مسائل کے حل کی طرف فوری توجہ دی جائے اور اس میں روڑے اٹکانے والے افسران کے خلاف موثر کارروائی کی جائے۔

جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سرحد کے عظیم الشان اجتماع

میں بھرپور شرکت کی جائے

ندیم اقبال اعوان

۱۹ اکتوبر کو پورے ملک میں شایان شان یوم تاسیس منایا جائے گا

تازہ اطلاع کے مطابق پشاور میں ہونے والا کنونشن حکومت کیطرف سے پابندی لگنے کے باعث ملتوی کر دیا گیا ہے،

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم عمومی جناب ندیم اقبال اعوان نے ملک بھر میں جمعیۃ کے ساتھیوں سے اپیل کی ہے کہ وہ ۱۴، ۱۵ اکتوبر کو جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سرحد کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے عظیم الشان اجتماع میں شرکت کر کے اسے بھرپور طریقے سے کامیاب بنائیں یاد رہے کہ یہ اجتماع جامعہ پشاور میں منعقد ہوگا مرکزی ناظم عمومی صاحب نے کارکنوں کی توجہ اس طرف مبذول کروائی ہے کہ ملک کی موجودہ سیاسی صورت حال یہ اجتماع صوبہ سرحد میں ایک بنیادی اور عظیم اہمیت کا حامل ہے۔

اس لیے ملک بھر کے ساتھیوں پر یہ ذمہ داری یکساں طور پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اس اجتماع کو کامیاب بنائیں۔

دریں اثناء ایک اور بیان میں جناب ندیم اقبال اعوان نے ملک بھر کی شاخوں کو اپیل کی ہے کہ وہ ۱۹ اکتوبر کو جمعیۃ کا یوم تاسیس پورے جوش و خروش سے منائیں مجلس مذاکرہ اور عام جلسوں کے ذریعے لوگوں کو اپنے اسلاف کے کارناموں سے باخبر کریں اور ان پبلک اجتماعات میں جمعیۃ کی اساس پر روشنی ڈالیں۔

اجلاس مجلس عاملہ پنجاب

گزشتہ روز جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ پنجاب کی مجلس عاملہ کا ایک اجلاس زیر صدارت ظہیر میر صدر جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ پنجاب دفتر جمعیۃ اسلام پاکستان سہری شاہ عالم لاہور میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں مجموعی تنظیمی صورت حال کا جائزہ لیا گیا اور درج ذیل فیصلے کئے گئے۔

۱۔ پنجاب جمعیۃ کی مجلس عاملہ کے تمام اراکین ۲۴ نومبر سے ۲۶ نومبر تک گوجرانوالہ میں منعقد ہونے والے مرکزی تربیتی اجتماع ۲۴ اکتوبر کو مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں منعقد ہوگا۔

۲۔ ضلع ملتان کی تنظیم توڑ کر ایک کنوینگ باڈی تشکیل دی گئی ہے جس کے کنوینر شیخ محمد اقبال مقرر کئے گئے ہیں جبکہ معاونین میں عبدالسمیع اور محمد اقبال مخدوم پوری شامل ہیں یہ حضرات اجتماع تک کام کریں گے اور اجتماع کے موقعہ پر ضلعی انتخاب عمل میں لایا جائے گا۔

۳۔ تربیتی اجتماع کو کامیاب بنانے کے لیے صوبہ پنجاب کی جمعیۃ کے ناظم عمومی جناب عبدالخالق ندیم اور ناظم مالیات جناب قاری محمد اختر ۱۹ اکتوبر سے ۲۳ اکتوبر تک ملتان ڈویژن کا دورہ کریں گے۔

۵۔ مرکزی شوریٰ کے فیصلے کے مطابق پنجاب بھر سے چرمہائے قربانی اکٹھی کی جائیں گی۔

۶۔ ماہ نومبر سے صوبائی مجلس عمومی کے اراکین سے پانچ روپے ماہانہ چندہ وصول کیا جائے گا۔

نوٹ:۔ جمعیۃ طلباء اسلام پنجاب کے صدر جناب ظہیر میر نے ایک بیان کے ذریعے صوبہ بھر کے جمعیۃ کی شاخوں سے اپیل کی ہے کہ وہ مرکزی شوریٰ کے فیصلے کے مطابق چرمہائے قربانی اکٹھی کر کے ان کی رقوم مرکزی دفتر روانہ کریں۔ رسید بکس حاصل کرنے کے لیے مرکزی دفتر